خواتین نگاہِ رحمت میں

علامہ سید ذاکر حسین شاہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی۔ (پاکستان)

انتساب

شمس رضی اللہ تعالیٰ عنہ معرفت

قمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولایت

اور حمید ملت کے نام

جو دورِ حاضر میں قرآن وسنت کے امین

اور روایات ملت کے نقیب ہیں۔

نگاہِ پاک کا رسیا

سیّد محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

عورت کیا ہے؟

جی گھر کی لونڈی ہے......نہیں جناب وہ تو مجسمۂ شیطان ہے...... بھائی جی وہ چالاک لومڑی ہے......بھئی وہ تو حسین ناگ ہے جسے کاٹ لے وہ پانی نہیں مانگتا ...... اس کی کسی بات کو نہ مانو ورنہ ڈبو دے گی ...... وہ جھوٹ اور مکر کی گٹھڑی ہے...... اس کی پیدائی شر کا آغاز ہے...... وہ بدی کا نقطۂ اوّل ہے ...... وہ بے وفا ہے ......اس میں حیا نہیں ......وہ خاوند کی قاتل، باپ کی دشمن...... بھائی کی قصاب اور بیٹے کیلئے ڈائن ہے......جس گھر میں وہ ہو وہاں شیطان کی ضرورت نہیں رہتی۔

یہ اور اسی **قسم** کے دیگر الزامات مختلف مفکرین نے لاتعداد محققین نے ان گنت فلاسفہ نے بے شمار مصلحین نے اور بے حد خواص وعوام نے عورت پر لگائے۔ دوسری طرف آیئے تو کسی نے اسے دیوی کہا تو کسی نے اسے معبود قرار دیا، کسی نے اسے حسنِ کائنات کہا تو کسی نے اسے رحمت کا فرشتہ قرار دیا۔

ہم نے قرآن وسنت سے پوچھا کہ حوا سلام اللہ علیہا کی بیٹی کیا ہے؟ جواب ملا کبھی وہ تقدس مآب مریم ہے، کبھی عفت مآب خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے، کبھی علم نواز عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے، کبھی عبادت وعصمت کی لاج فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے، کبھی شجاعت کی لاج صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے اور کبھی انسانیت کی معراج زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ (سلام اللہ علیہن)

یہی جذبات پھیلے تو یہ چند الفاظ صفحۂ قرطاس کی زینت بن گئے۔ ان کی قوتِ محرکہ کسی کی خواہش تھی جسے مسجد نبوی میں یہ خیال آیا کہ عورت کے حقوق وفرائض پر کچھ بات ہونی چاہئے اور پھر انہوں نے اس خدمت کیلئے بے مایہ فقیر کو منتخب کیا، اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ انتخاب دُرست ہے یا غلط۔

بہر حال اُمت کی ماؤں کی مقدس چادروں، اُمت کی بہنوں کی مبارک حیاؤں اور اُمت کی بیٹیوں کی سنت نواز اداؤں کے ساتھ حاضر محفل ہوں، آج کی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں سے دعاؤں کا طالب ہوں۔

دعا گو اور دعا جو

فقیر ذاکر سیالوی

پہلا باب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحمد للہ وَکَفیٰ ، وَسلام علیٰ عِبادِہِ الذّین اَصْطفیٰ

آغازِ زندگی

انسان اوّل حضرت آدم علیہ السلام کا ظہور ہوا تو انہی کی پسلی سے انسانیت کی والدہ حضرت حوا علیہا السلام جلوہ فرما ہوئیں۔ دوسرے لفظوں میں آپ حضرت آدم علیہ السلام کا جزو ٹھہریں واضح بات ہے کہ جزو کی کل کے بغیر کوئی حیثیت نہیں اور کل بھی جزو کے بغیر نامکمل ہے لہٰذا دونوں ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہیں۔

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیں کہ ظہور آدم سے تخلیق انسانیت کا آغاز ہوا اور وجود حوا علیہا السلام سے انسانیت کی تکمیل ہوگئی۔ آدم علیہ السلام کی تنہائیوں کی بے قراریوں کو قرار مل گیا، تنہا آدم علیہ السلام کی ناخوشگواریوں کو مجسم خوشگواری مل گئی یعنی......

وجود زن سے ہے بزم کائنات میں رنگ

آپ جب بھی غور فرمائیں گے یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ خلافت ارضی کی تکمیل اسی میں ہے کہ یہ زمین آباد ہو اور آبادی کا دارومدار آدم علیہ السلام وحوا علیہا السلام کی اجتماعی زندگی پر ہے اور یہی زندگی اپنی تمام رعنائیوں، مسرتوں، خوبیوں اور روایتوں سمیت ان کی نسل کیلئے مشعل راہ ہوگی وہ ان کے نقوش پا پرنئی زندگیوں کی شاندار عمارات کھڑی کردیں گے۔

سفر زندگی

یہ قافلہ حسن وجمال چلتا گیا، راستے کی تاریکیوں کو اُجالتا، ناہمواریوں کو ہموار کرتا، تابع ہدایت خداوندی ہوکر نور ہدایت بکھیرتا، کائنات کو سنوارتا بڑھتا گیا، اس کی اُلفت میں، اس کی چاہت میں، اس کی انسان سازی میں کوئی کمی نہیں آئی کیونکہ اس کا اصل ایک تھا اس ایک اصل کا اعلان تورات میں یوں کیا گیا......

اور خداوند خدا اس پسلی سے جو اس نے آدم علیہ السلام میں سے نکالی تھی ایک عورت بنا کر اسے آدم علیہ السلام کے پاس لایا اور آدم علیہ السلام نے کہا یہ تو اب میری ہڈیوں میں سے ایک ہڈی اور میرے گوشت میں سے گوشت ہے اس لئے وہ ناری کہلائے گی کیونکہ وہ نر سے نکالی گئی ہے۔ (پیدائش ص ۲۲،۲۳)

ان الہامی الفاظ کی گہرائی میں اتریں، ہڈیاں ایک ہیں، گوشت ایک ہے، زندگی ایک ہے، انداز ایک ہے وجود میں یک رنگی ہے صفات میں ہم آہنگی ہے دوئی نہیں اپنائیت ہے لہٰذا حقوق ایک جیسے ہیں فرائض یکساں ہیں تبھی تو قرآن نے کہا وَ لھنّ مثل الذی علیھِن بالمعروف (البقرہ:۲۲۸) دستور کے مطابق عورتوں کے بھی ایسے حقوق ہیں جیسے ان کے فرائض ہیں۔ یعنی بات

صرف فرائض بتانے کی ہی نہیں ہے اس کے حقوق ماننے کی بھی ہے اسلئے هنّ لباس لکم و انتم لباس لهن (البقرہ:۱۸۷)
وہ عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ جب تم ایک دوسرے کیلئے لباس کی طرح زیبائش ہو، زینت ہو، پردہ پوش ہو دائمی ساتھی و ہمراز ہو تو پھر ان سے صرف فرائض اور ذمہ داریوں کا مطالبہ ہی کیوں کرتے ہو ان کے حقوق کا بھی خیال رکھو کیونکہ حقوق و فرائض تمہارے درمیان ایک قدر مشترک ہے جب تک اس اشتراک کو تسلیم نہیں کیا جاتا زندگی کی دنیا میں بہار نہیں آسکتی، مراد کے پھول نہیں کھل سکتے، منزل کا پھل نہیں مل سکتا۔

تورات و قرآن کے حوالوں کے بعد محسن انسانیت سیّد کل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عورت کی اصلیت کا سوال کرتے ہیں ارشاد ہوتا ہے، الدّنیا کلها متاع و خیر متاعِ الدنیا المرأة الصّالحة (مسلم، مشکوۃ کتاب النکاح) ساری کی ساری دنیا ایک متاع ہے اور دنیا کی سب سے بڑی دولت نیک کردار با صلاحیت عورت ہے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا ساری کائنات میں سے رحمت عالم علیہ السلام نے با کردار اور با صلاحیت خاتون کو منتخب فرمایا صالحہ میں جو معنوی لطافتیں ہیں وہ اہل نظر اور اہل ذوق سے مخفی نہیں مردوں کی عظمت کا معیار کیا ہے ارشاد نبوی ہے...... وخِیارکم خیارُکم لنسائِهم (مشکوۃ کتاب النکاح) تم مردوں میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کیلئے بہتر ہیں۔

پتا چلا اگر مرد کے کمال کو جانچنا ہے تو اس کی شہادت اس کی بیوی سے لینی ہوگی وہ کہہ دے انسان با کمال ہے تو ٹھیک ورنہ نہیں۔

پھر کیا ہوا

اولادِ آدم علیہ السلام پھیلی، نئے نئے خیالات و افکار نے جنم لیا، عورت نحیف ضعیف قرار پائی اس کے حقوق پامال کر دیئے گئے، وہ گھر کی لونڈی بنی، اسے ہر ظلم کا نشانہ بنایا گیا، وہ صرف ایک گھریلو مشین تھی جو خاوند کے ہاتھوں چلتی تھی، اسکا اپنا کوئی نظریہ نہیں تھا وہ چار دیواری کے اندر ماحول کا صرف ایک بیکار سا پرزہ تھی جسے فٹ کرنا صاحب خانہ کا کام تھا گویا بے خواہش جانور تھی جسے مالک نے اپنی خواہش پر چلانا تھا۔

پوری انسانی دُنیا میں کوئی ایک آواز بھی نہیں تھی جو ان مظالم کے خلاف عورت کے حق میں بلند ہوتی۔ سابقہ انبیاء علیہم السلام نے اپنے گھر تک ضرور اِصلاح کی کوششیں فرمائی ہوں گی مگر کوئی ایسی کوشش تاریخ کے صفحات اور آسمانی کتب میں محفوظ نہیں ہے۔ رہے ریفارمرز اور سیاستدان تو ان کے ہاں اصلاح نام کی کوئی شے بھی موجود نہیں وہ ایک دوسرے سے بڑھ کر عورت کے خلاف زہر اُگلتے نظر آتے ہیں کچھ ذکر ان کے افکار عالیہ کا آگے آتا ہے۔

بادشاہ اور مقتدر حضرات نے انہیں اپنے محل کی زینت کا سامان اور کھیل کی بے جان گڑیا تو سمجھا مگر بے زبان مخلوق سمجھتے ہوئے انکے کسی حق کا اِقرار نہیں کیا یعنی پتھر اور اینٹ کا کیا حق ہے کہ وہ بولے مجھے عمارت کے فلاں حصے میں لگایا جائے۔ پھر آگے کیا ہوا۔

ماھرین عمرانیات نے کمی پوری کردی

آج اگر آپ عمرانیات کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کریں تو پتا چلتا ہے کہ حضرت انسان نے مادر پدر آزادی حاصل کرلی اور نکاح کو کارفضول سمجھ کر اس سے گلو خلاصی کرالی اور ساری انسانیت اخلاق کی گری عمارت پر اس بے حیائی کے طوفان میں رقص ابلیس کرنے لگ گئی۔

ہمیں اس فلسفہ کے ماہرین سے جزوی اختلاف ہے اس نظریہ کو ماننے کے بعد کوئی انسان بھی اپنے والدین کی جائز اولاد قرار نہیں پاتا اور یہ بات عظمت انسانیت کی توہین ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے ہر دور میں فحاشی کے سامنے بند باندھا ہے اور وہ بڑی حد تک کامیاب رہے ہے عمرانیات کے ماہرین بے راہ رو لوگوں کیلئے تو یہ بات کہہ سکتے ہیں مگر انسانیت کی عظمت کے علمبردار کے بارے میں ایسی کوئی بات کوئی حق پسند محقق نہیں کہہ سکتا ہمارے آقا علیہ السلام نے خود شہادت دی ہے، لقد ازل انقل من أصلابِ الطّاھرین اِلیٰ ارحامِ الطاھرات میں سدا پاک لوگوں کے اصلاب سے پاک خواتین کے ارحام کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ یعنی نور محمدی جہاں بھی آیا جن راہوں سے بھی گزرا جہاں بھی جلوہ ریز ہوا وہ ساری نسلیں پاک تھیں وہاں سے فلسفہ عمرانیات کا گزر نہیں ہوا تھا۔

کچھ مفکرین جن کا زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق ہے وہ ذہنی مریض ہیں لہٰذا انہیں ساری انسانیت اپنے جیسی نظر آتی ہے اور انہی میں سے کچھ حضرات شوق تحقیق میں ایسے غلط راستوں پر چل نکلے ہیں کہ ان کے افکار عالیہ نے عظمت انسانیت کی بنادیں تک اُکھاڑ پھینکی ہیں۔

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایسے مفکرین سے بے حد مایوس ہو کر فرماتے ہیں ؎

آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد

انسان کی اصلیت کیا ہے؟ اس کی حقیقت و ماہیت کیا ہے؟ وہ کہاں سے آتا ہے اور سطح ارضی پر کچھ عرصہ سٹیج سجا کر پھر کہاں چلا جاتا ہے؟ ان حقائق کو سمجھتے انسان کو بڑی مشکلات پیش آئیں اسلئے کہ پیغام یار......وحی......کو چھوڑ کر اس نے مسئلہ حل کرنا چاہا

ڈاکٹر علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے ایک اور حیثیت سے کیا فرماتے ہیں ؎

خرد مندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتدا کیا ہے
کہ میں اس فکر میں رہتا ہوں میری انتہا کیا ہے

عظمت انسان اور قرآن

تاریخ انسانیت کو بیان فرماتے ہوئے قرآن حکیم نے اعلان فرمایا، وِاذ قال ربّك انی جاعِل فی الارض خلیفة (البقرہ) اور یاد کیجئے جب آپ کے ربّ نے فرمایا کہ میں زمین میں نمائندہ بنانے والا ہوں۔

ان مبارک الفاظ سے پتا چلا کہ کائنات ارضی میں سب سے پہلے آنے والے انسان کا نام آدم علیہ السلام تھا وہ عام سی تخلیق نہیں تھے بلکہ ان کے سر پر خلافت ربانی کا تاج تھا وہ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے جن کے بارے میں سورہ بقرہ کے چوتھے رکوع میں تفصیلات ہیں اور قرآن کے متعدد مقامات پر ان کی زندگی کے بے شمار پہلو اُجاگر کئے گئے ہیں سیّدِ کل علیہ السلام نے ان کے تخلیقی انداز کو بے حد خوبصورت انداز میں بیان فرماتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جناب آدم علیہ السلام کو اپنی شکل وصورت پر پیدا فرمایا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان تصویر رحمٰن ہے۔ وہ حیات کائنات کی روح ہے جس کا عملی مظاہرہ قدم قدم پر نظر نواز ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ انسان کا اصل پاک ہے اور انسانیت کی سب شاخیں، سب پھول پاک ہیں اور سب پھل باعث تکریم ہیں، صاحب تعظیم ہیں، عظیم ابن عظیم ہیں کیونکہ وہ سب نبی زادے ہیں، ان میں سے کسی کی توہین انسانیت کی توہین ہے اور کسی کا بلا وجہ قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔ یہ ہے مختصر سا خاکہ انسان کے بارے میں قرآنی نظریات اور سنت کے فرمودات کا۔

اس آئینے میں انسان بالکل شفاف ہے اس پر رنگ ونسل کا غبار نہیں ہے زبان ووطن کی دھول نہیں ہے اس کی شاخیں مشرق ومغرب اور شمال وجنوب میں پھیل گئی ہیں مگر تنا ایک ہے اگر تعارف رنگ و روغن سے ہوتا ہے تو یہ روح انسانیت کا قتل ہوگا اسی حقیقت کو سیّدِ کل علیہ السلام نے یوں واضح فرمایا...... کلکم من ادم وادم من تُراب تم سب اولادِ آدم علیہ السلام ہو اور خمیر آدم علیہ السلام مٹی سے اٹھا تھا۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ترجمانی فرمائی ہے ؎

تمیز بندہ و آقا فساد آدمیت ہے

آیئے اب مغرب کی طرف چلتے ہیں وہ اپنے آپ کو آسمانی شریعت کا علمبردار کہتا ہے۔ کاش ایسا ہوتا مگر وہاں تو جن نظریات کو مفکرین کے بے خدا ذہنوں نے جنم دیا ہے ان کی داستان ہی کچھ اور ہے۔

ڈارون کا نظریہ

جدید یورپ میں ڈارون نظریاتی دنیا کا عظیم ستون سمجھا جاتا ہے اور دورِ جدید کے مفکرین کے افکار کے ڈانڈے اس کے نظریات سے جا ملتے ہیں، اس نے انسانیت کے آغاز کیلئے بندر کو معیار و اصل مانا ہے، بیچارا بندر کہیں پچھلے پاؤں پر کھڑا ہو گیا، بڑا باذوق تھا اسے اس طرح ایک برتری سی محسوس ہوئی اور وہ پھر اسی چال کو اپنا شعار بنا بیٹھا پھر اسکے پاؤں کی انگلیاں گھس کر چھوٹی ہو گئیں...... خدا جانے صدیوں پہلے چلنے سے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں کیوں چھوٹی نہیں ہوئی تھیں......بس پھر کیا تھا کئی نسلوں کے بعد وہ بولنے لگا اور یوں دنیا انسانوں سے بھر گئی، دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت انسان جناب بندر کا جانشین ہے اور شائد مغربی مفکرین کے ذہنوں سے فرمانبردار اولاد ہونے کے ناطے تا حال اس کی عادات نہیں نکلی ہیں آنکھیں اور کچھ رنگت بھی شائد بندر کی اتنی پیاری لگی ہے کہ مغرب نے ابھی ادھر سے منہ نہیں موڑا ہے۔

جناب اکبرالٰہ آبادی نے بھرپور انداز سے ان کے جذبات کو اپنے الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے ؎

ڈارون بولا کہ بوزنہ ہوں میں

یہ سن کر بولے میرے اک دوست

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

کہاں نبی زادہ ہونے کا عظیم نظریہ اور کہاں اولادِ بندر ہونے کی خسیس سوچ اور طرہ یہ کہ ہمیں افکار عالیہ اور عادات سامیہ کے موجد و علمبردار ہیں۔

ایک قدم اور آگے

انجلز اور اس کے ہمنوا بولے ڈارون کی تھیوری صحیح نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ ساحل سمندر پر کرم خاکی (ملپ) محوِ خرام ناز تھا، کچھ زیادہ ہی اکڑا تو کمر سے ٹوٹ گیا۔ دونوں ٹکڑے نر و مادہ کی شکل میں تبدیل ہو گئے انہی کی اولاد تدریجی طور پر ترقی کرتے ہوئے انسان بن گئی۔ کرم خاکی ساون بہاروں کے موسم میں زندگی پاکر زمین پر رینگتا ہے آپ اس کا آپریشن کریں تو اس کے سارے وجود کے اندر مٹی بھری ہوئی ہوتی ہے اطباء اسے لسی میں ڈال دیتے ہیں تو وہ ساری مٹی اگل دیتا ہے اور اس کا وجود کھوکھلا سا چھلکا رہ جاتا ہے۔

اسے حضرت انسان کا جد امجد قرار دینے والوں نے گویا انسانیت کو حیوانات کی پستی تک پہنچایا اور مادیت کی گھٹیا ترین شکل اسے عطا کی اگر انسان کی اصلیت یہی ہے تو پھر اس کی عظمت کا کیا معنی ہوگا۔ قرآن نے تو اس کے سر پر تکریم، تعظیم اور عظمت کا تاج رکھتے ہوئے فرمایا، و لقد کرّمنا بنی آدم ہم نے اولادِ آدم علیہ السلام کو تکریم و عزت بخشی۔

ان مفکرین مغرب نے یہ نہیں سوچا کہ بندر تو مانا ہوا نقال ہے اگر ایک بندر نے پچھلے پاؤں پر کھڑے ہو کر ماہیت بدل لی تھی تو ہزارہا سال گزرنے کے باوجود باقی آج تک کیوں بندر ہیں وہ کیوں ڈارون نہیں بن گئے اور کرم خاکی کے باقی ساتھی نرے بدھو رہے کہ آج تک زمین پر رینگ رہے ہیں انہیں چاہئے تھا انجلز اور اس کے ہمنواؤں کے سامنے ارتقاء کی سیڑھی پر چڑھ کر اعلان کرتے کہ ہم عظیم ہیں ہمیں بھی اپنے جیسا کہ ہم تمہاری مثل ہیں اس طرح کچھ اور لوگوں کو بھی مثل کا معنی سمجھنے میں سہولت ہوتی مگر ڈارون اور انجلز میں قدر مشترک تو تدریجی ارتقاء کی ہے سوال یہ ہے کہ پہلے نے بندر سے آغاز کیا تھا دوسرے نے کرم خاکی (ملپ) سے آغاز کیا ہے یہ ارتقاء تو نہ رہا الٹا تنزل ہو گیا اس کا کیا حل ہوگا، مغربی مفکرین حل نکالیں اور بقول کسے بیس ہزار انعام لیں۔

فرائڈ سے بھی سنتے چلیں

انسانی عظمت کا اصل کیا ہے؟ اس سوال کا جواب مختلف مفکرین نے اپنے اپنے انداز سے دیا ہے ہم ان کی تفصیلات میں نہیں پڑتے صرف جناب فرائڈ کے فراڈ سے پردہ ہٹانا چاہتے ہیں فرائڈ کا نظریہ ہے کہ انسان کی سب سے مایہ ناز جبلت اس کا جذبہ جنسیت ہے اسی پر اس کے سب افعال و اعمال کا مدار ہے گویا اس کے ہر عمل کا معیار یہی جذبہ ہے اگر یہ جذبہ نہ رہے تو انسانیت کا محل رفیع دھڑام سے زمین بوس ہو جائے۔

کسی نے فرائڈ سے پوچھا تھا کہ جب چند ساعتوں پہلے پیدا ہونے والا بچہ ماں کا دودھ چوستا ہے تو اس میں جنس کا جذبہ کہاں ہوتا ہے فرائڈ نے جواب دیا وہ اسے ماں نہیں محبوب سمجھ رہا ہوتا ہے اس کے اس ارشاد پر تو صرف یہ عرض کیا جا سکتا ہے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

اس نظریے کا نتیجہ کیا نکلا جب یقین دلایا گیا کہ آپ کی اصل صرف اور صرف جنس ہے تو پھر مغرب میں بے حیائی اور فحاشی کا وہ سیلاب امڈا جس کا کوئی کنارا خود مغرب کو کہیں نظر نہیں آ رہا ہے۔

حیاہ کا لباس تار تار ہوا، انسانیت کا گلا دبا دیا گیا، وحشت و درندگی میں حیوانوں کو پیچھے چھوڑ دیا گیا بھلا بندروں اور کرم خاکیوں کی اولاد اس سے بڑھ کر کہہ بھی کیا سکتی تھی برصغیر میں بھی ایک نام نہاد مذہبی مفکر نے اپنا تعارف یوں کرایا

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

مغرب کا کرم خاکی انجلز اینڈ کمپنی بنا اور مشرق کا کرم خاکی اپنے آپکو نبی کہنے لگا اسے اپنے جد امجد کی مٹی چاٹنے کی عادت بھول گئی۔

عظمت اسلام

اسلام نے ایک طرف تو ہمیں بتایا کہ تم انسان اوّل آدم علیہ السلام کی اولاد ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور تم سب نبی زادے ہو دوسری طرف ارشاد ہوا اِنَّ اکرمکم عِند اللہ اِتقاکم تم میں سب سے بڑا کریم وہ ہے جو سب سے بڑھ کر متقی و پرہیزگار ہے ایمان اس یقین کا نام ہے جو غیر مشروط طور پر اللہ تعالیٰ کی توحید، رسولوں کی رسالت اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ہوتا ہے یہ ایمان دنیا سے اٹھا کر اللہ کی کتابوں کی اطاعت کے جذبے سے ہمیں محشر کے یقین تک لے جاتا ہے اس ایمان کے سہارے ہم جس اطاعتی انداز کی زندگی گزارتے ہیں وہ تقویٰ و پرہیزگاری ہے یہ ہی وہ مرکزی صفت ہے جس کے اردگرد انسانی حیات کی چکی گردش کرتی ہے یہی ہماری زمین حیات کا محور ہے یہی ہماری زندگی کے جہاز کا لنگر ہے اسی سے انسان حیوانیت کے مقام سے اٹھ کر انسانیت کے مقام رفیع تک پہنچا ہے اور بندۂ خاکی ملکوی صفات کا مظہر بن جاتا ہے۔

بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ؂

فروغ آدم خاکی سے انجمن سمجھے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

پھر انسان کہہ اٹھتا ہے ؂

ہزاروں بلمند آور اے ہمت مردانہ

دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں جب ہمت مردانہ پستی کا رُخ کرتی ہے تو ڈارون، انجلز، فرائڈ اور جعلی نبی پیدا ہوتے ہیں۔

ایک معصوم بچے میں جنس نام کی دیوی کہیں موجود نہیں ہوتی، بوڑھے میاں اسّی سال کی عمر میں اپنے وجود سے مکھیاں اُڑا رہے ہوتے ہیں تو بی بی جنس انہیں سلام کرنے نہیں آتی۔

بات بالکل واضح ہے کہ جنس کا ایک مختصر سا دَورانیہ صرف بقائے نسل کیلئے ہے اور یہ صفت تو سب حیوانوں بلکہ درختوں، پودوں اور سبزوں میں بھی پائی جاتی ہے پھر یہ معیار عظمت کیسے ٹھہری کاش پیش پا افتادہ یہ چھوٹی سی حقیقت فرائڈ کو سمجھ آسکتی۔

آیئے آگے بڑھنے سے پہلے تاریخی نکتہ نگاہ سے یہ جاننے کی کوشش کریں کہ اسلام سے پہلے خواتین کا مختلف معاشروں، مختلف تہذیبوں اور مختلف مذاہب میں کیا مقام تھا تا کہ اسلام کی عطا کردہ نعمتوں کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

خواتین تاریخ کے آئینے میں

اس سے پہلے کہ مختلف اقوام کے معاشرے میں ہم عورت کا مقام دیکھیں، چند عظماء کی آراء اپنے محترم قارئین کی نظر میں لانا چاہتے ہیں تا کہ پتا چل سکے کہ ان حضرات کی آراء نے مختلف معاشروں پر کتنے منفی اثرات ڈالے ہوں گے۔

۱......حکیم سقراط کو کون نہیں جانتا وہ قدیم تاریخ پر چھائی ہوئی شخصیت ہے عورت کے متعلق اس کا نظریہ ہے کہ عورت ہر فتنہ اور فساد کی جڑ ہے۔

۲......جناب یوحنا کے دل میں بھی خواتین کیلئے کوئی نرم گوشہ نہیں ہے وہ انہیں شر کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔

۳......قدس جرنا کی فکری اپروچ پر بھی نگاہ ڈالتے چلیں وہ عورت کو شر کا آلہ کہتا ہے۔

۳......مشہر مفر گریگری تشبیہات کا سہارا لیتے بیچاری بنت حوا کو بھڑ کا زہر اور اژدھا کا کینہ قرار دیتا ہے۔

۳......قدلیس جان ڈسپن اس تحقیق اتیق میں سب کو پیچھے چھوڑ گیا ہے وہ تو عورت کو جھوٹ کی بیٹی دوزخ کی پہرہ دار اور امن کی غارت گر دشمن قرار دیتا ہے۔

۳......کچھ حضرات کا یہ خیال شریف بھی تھا کہ غالباً عورت میں روح نہیں ہوتی، کتنی عجیب بات ہے کہ وہ بیچاری خود تو بے روح ہے مگر سقراط وارسطو جیسے روح داروں کو جنتی ہے ان افکار پر جو عمارت قائم ہوگی وہ کیسی ہوگی؟ اس کا اندازہ اگلے صفحات میں ہمارے قارئین خود فرمالیں گے۔ آیئے اب چند ملکوں کے معاشروں پر طائرانہ نگاہ ڈال لیں تا کہ اندازہ ہو سکے کہ ماضی کے مہذب معاشروں نے خواتین کو کیا مقام دے رکھا تھا۔

عورت ہندوستان میں

ہندو اپنے آپ کو تاریخ کی ایک قدیم اور مہذب قوم خیال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اندر بڑے بڑے ریفارمرز اور اصلاح پسند لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے ہندو معاشرے کو آسمان اخلاق وتہذیب کا قائد بنایا۔

ہم اپنے مصلحین کے کچھ نظریات نقل کر رہے ہیں تا کہ حقیقت واضح ہو سکے ہندوستان کے شہرہ آفاق قانون ساز منو مہاراج نے عورت کے بارے میں ارشاد فرمایا، عورت خواہ نابالغ ہو خواہ جوان ہو، خواہ بوڑھی ہو......گھر میں کوئی کام خود مختاری سے نہ کرے۔

اس فرمان نے واضح کر دیا کہ عورت زندگی کا کسی سٹیج پر بھی از خود کوئی کام نہیں کر سکتی اور اسے ہر حال میں کسی اور کے ذہن سے سوچنا ہوگا کسی اور کے فیصلے پر آمین کہنی ہوگی کسی اور کے اِشاروں پر اپنی زندگی کی کشتی چلانی ہوگی اس فرمان کے بعد زندگی کے نصف کو عضو معطل بن جانا ہوگا سارا میدان مرد کیلئے چھوڑ دینا ہوگا ہماری اس وضاحت کے ساتھ جناب منو کی یہ عبارت بھی ملالیں:

عورت لڑکپن میں اپنے باپ کے اختیار میں ہے اور جوانی میں شوہر کے اختیار میں رہے اور بیوہ ہونے کے بعد اپنے بیٹوں کے اختیار میں رہے......خود مختار ہو کر کبھی نہ رہے۔

ماشاءاللہ منو مہاراج نے تو عقل وشعور والی خواتین کو بھیڑوں کے ایک ریوڑ میں تبدیل کر دیا جسے ایک چرواہے کی ضرورت ہے تا کہ وہ انہیں ہانکتا رہے اور شام کو ایک باڑے میں بند کر دے، حضرت منو نے اسی پر کفائت نہیں فرمائی مزید آگے بڑھتے ہوئے اسے اعمال کی دنیا سے بھی خارج کر دیا ہے، کہا ہے:

عورت کیلئے قربانی اور برت کرنا گناہ ہے صرف شوہر کی خدمت کرنا چاہئے عورت کو چاہئے کہ اپنے شوہر کے مرنے کے بعد دوسرے شوہر کا نام بھی نہ لیوے کم خوراکی کے ساتھ اپنی زندگی کے دِن پورے کرے۔

یہ سب کچھ تو عورت کو چاہئے جناب منو نے یہ نہیں بتایا کہ مرد کو کیا کرنا چاہئے؟ ان کی تحریر سے جواب واضح ہے کہ بے چاری قسمت کی ماری گھر کی لونڈی سے ہر قسم کی خدمت بلا معاوضہ چاہتا رہے اور اسے کبھی کبھی منو کا یہ قول بھی یاد دِلاتا رہے کہ جھوٹ بولنا عورتوں کا خاصہ ہے۔

اب ذرا منو کے عظیم شارح اور ان کے نظریات کے عظیم ترجمان چان کیہ برہمن کے فرمودات بھی سنتے چلیں، چان کیہ اپنے انداز حکومت وحکمرانی کے بانی اصولوں کی وجہ سے مسلمانوں میں کافی مشہور ہیں یہ منافقت کا شہکار ہیں۔ انہوں نے منو کی کتاب منوسمرتی، سے زائد عبارات حذف کیں اس کی نوک پلک سنواری پھر اس کی یہ تعلیمات ہندوستانی حکومتوں کا عرصہ دراز تک دستورالعمل رہیں، ان کے ان اصولوں پر مسلمان مفکرین نے بہت کچھ لکھا ہے اور ہم بھی کسی وقت جناب چان کیہ کی سرکار میں اپنا قلم لے کر حاضر ہوں گے آج صرف ان کے ان نظریات کے ایک دو حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں جو انہوں نے منوسمرتی کا اختصار کرتے ہوئے عورت کے بارے میں لکھے ہیں، ملاحظہ فرمائیں...... دریا مسلّح سپاہی پنجے اور سینگ رکھنے والے جانور، بادشاہ اور عورت پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ لیجئے عورت ناقابل بھروسہ ٹھہری اور اس کا رشتہ سینگ والے جانوروں، ظالم بادشاہوں اور بے رحم سپاہیوں کے ساتھ جڑ گیا، مزید اسے کچھ اور تمغوں کی ابھی ضرورت ہے تو چان کیہ کی طرف سے تمغوں کی بارش یوں ہوتی ہے...... عورت نہ ہوئی عیوب کی گٹھڑی بن گئی خدا جانے چان کیہ کی والدہ، ان کی بہن اور ان کی بیٹی میں بھی یہ عادات مقدسہ تھیں یا نہیں تھیں؟ اگر نہیں تھیں تو پھر وہ عورتیں نہیں کوئی اور جنس ہوں گی شائد وہ دیوتاؤں کی جنس سے ہوں اور اگر تھیں تو پھر وہ چان کیہ میں کیسی عادات وارثتاً ڈال گئی ہوں گی اس کا جائزہ خود چان کیہ کو اپنی ذاتِ گرامی میں لینا چاہئے۔

مزید صفحات شمار کرتے ہوئے جناب چان کیہ عورت کو استاد بھی مانتے ہیں وہ بھی ذرا ان کی زبانی سن لیں...... شہزادوں سے تہذیب اخلاق، عالموں سے شیریں کلامی، قمار بازوں سے دروغ گوئی اور عورتوں کی مکاری سیکھنی چاہئے۔

چلیں چھٹی ہوئی چان کیہ صاحب نے صنف نازک کی کچھ نزاکتیں تو سیکھ لیں جناب چان کیہ نے خواتین پر اور بھی مثالی کرم گستریاں فرمائی ہیں نمونہ کیلئے یہی کافی ہے۔ معزز قارئین اگر مزید چاہیں تو مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی کی کتاب نظام سلطنت ملاحظہ فرمائیں۔

عورت اور یونان

اب آیئے ایک اور مرکز تہذیب کی طرف بڑھتے ہیں یہ قدیم یونان ہے۔

یونان صدیوں علم وحکمت کا گہوارہ رہا، وہاں جمہوریت نے آنکھیں کھولیں وہاں منطق وفلسفہ نے جنم لیا، جوانی کی بہاریں لوٹیں، دلائل کے انبار لگائے۔ سقراط، بقراط، افلاطون اور ارسطو جیسے مفکرین اور سکندر اعظم جیسے فاتح پیدا ہوئے، ہم ان حضرات کے اس علمی وطن میں پہنچ کر گھر کی مالکہ معاشرے کی نصف، عورت کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہیں۔

دیکھیئے اس کا خاوند مرگیا ہے وہ غم سے نڈھال ہے کراہ رہی ہے آنسو برسا رہی ہے چیخ اور چلارہی ہے مگر مہذب ملک کا قانون اسے وارثوں کی ملکیت قرار دے رہا ہے وہ گھر کے سامان کی طرح کسی وارث کے حصے میں آرہی ہے اسے اب خاوند کا غم بھلانا ہوگا اور کسی وارث کے تیوروں کو سمجھ کر باقی بے مایہ زندگی گزارنا ہوگی۔

لیجئے یونانی مفکر عورت کی اصلیت واضح کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ وہ معاشرے میں کس حیثیت کی مالکہ ہے اور اس کا یہی نظریہ معاشرے میں پھر ضرب المثل بن جاتا ہے ارشاد ہوتا ہے، آگ سے جل جانے اور سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورت کے شر کا مداوا محال ہے۔

اب خدا جانے یونان کے کن کن مفکرین کو عورت کے شر کا مداوا کرنا پڑا اور وہ مداوا نہ ہو سکا، اور وہ یہ ریمارکس پاس کر کے موت کی آغوش میں چلے گئے بہر حال ہمیں تاریخ بتاتی ہے کہ وہاں عورت فکر وعمل کی آزادی سے بالکل محروم تھی، کبھی وہ باپ کی حکومت مانتی تو کبھی وہ شوہر کی لونڈی اور کبھی ورثاء کی وراثت شمار ہوتی۔

ایران میں عورت پر کیا گزری

ماضی میں ایران بھی تمدن کا گہوارہ تھا، نا معلوم تاریخ سے وہاں شاہوں کا راج تھا اور شاہ جس انداز کے حکمران رہے ہیں وہ سب کے علم میں ہے اسی ایران میں ایک مفکر بھی پیدا ہوئے جن کا تاریخ منروک کے نام سے تعارف کراتی ہے۔

جناب منروک کا خیال ہے کہ سارے فسادات کی اصل جڑ زن اور زمین ہے لہٰذا جہاں تک ہو سکے ان کے شر سے بچنا چاہئے اس کا بہترین عمل یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں سب لوگوں میں مشترک قرار دے دی جائیں تاکہ ہر شخص استحقاق کی بنا پر ان دونوں چیزوں سے مستفید ہو سکے۔ علامہ شہرستانی نے اپنی کتاب الملل والنحل میں جناب منروک کے خیالات کا تجزیہ تفصیل سے کیا ہے۔

ہم صرف یہ کہنا چاہیں گے کہ اس نظریہ کو قبول کرنے کے بعد عورت کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے وہ تو راستہ میں پڑے ایک اینٹ کے ٹکڑے سے بھی بے مایہ ہو جائے گی۔ حلت وحرمت کے سب ضوابط ختم ہو جائیں گے۔ غیرت کی بات بھی قصہ پارینہ بن جائیگی، جانوروں کے جبلتی اصول بھی دم توڑ جائیں گے۔ فرمایئے اس کے بعد عورت پھر عورت رہ جائے گی؟ کاش جناب منروک انسانیت کے اس پہلو پر بھی غور فرمالیتے کہ عورت ماں بھی ہے بہن بھی اور بیٹی بھی، کیا انہیں اس اصول پر لایا جا سکتا ہے جو منروک ارشاد فرما رہا ہے اگر نہیں تو کیا پھر یہ قاعدہ سب انسانیت پر لاگو کیا جا سکتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر فکر منروک کس مرض کی دوا ہے؟ اس تحقیق بے توفیق کے بعد بھی کوئی علاج تو نہ نکل سکا۔

یورپ کا انداز

یورپ کا ماضی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہے وہاں بھی عورت بے حد مظلوم تھی والدین کو حق تھا کہ بچیوں کو بیچ دیں۔ شادی کے بعد خاوند عورت کی میراث کا بھی وارث ہوتا تھا اور عورت کی ملکیت نہیں ہوتی تھی، معاملات میں اختیار اور معاہدوں میں اپنی پسند عورت کی زندگی سے خارج تھی، وہ نان و نفقہ کیلئے خرچ کا دعویٰ بھی دائر نہیں کرسکتی تھی، مرد اسے اپنی میراث سے محروم کر دیتا تھا لیکن اس کی موت کے بعد خود وارث بن جایا کرتا تھا۔

عربوں کی دنیا اور عورت

عرب تو غیر متمدن تھے ہاں عورت کا کیا مقام ہوسکتا تھا وہ تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی ان کا داماد ہو، وہ بچیوں کو پیدائش کے بعد موت کی وادی میں اُتار دیتے تھے تا کہ یہ آواز ہمیشہ کیلئے خاموش ہو جائے۔

ایک شخص نے اپنی بیٹی کے قتل کا واقعہ خود سیّدِ کل علیہ السلام کو یوں سنایا، میری بیوی حاملہ تھی میں کہیں سفر میں تھا کہ ہمارے ہاں بچی پیدا ہوئی سفر سے واپسی پر میں نے بیوی سے حمل کے بارے میں پوچھا وہ بولی مردہ بچی پیدا ہوئی تھی دراصل اس نے بچی ننھیال بھیج دی اور مجھے اطلاع نہیں کی۔ چار پانچ سالوں کے بعد بچی آئی اس نے کہا میری بہن کی بیٹی ہے میں بچی سے خوب مانوس ہوگیا اس سے اُلفت پیدا ہوگئی تو بیوی نے بدلے حالات دیکھ کر بتایا یہ ہماری اپنی بچی ہے یہ وہی حمل ہے جسکا ذکر آپ سے کرچکی ہوں۔

میں نے ظاہری حالات کو جوں کا توں رکھا تا کہ بیگم صاحبہ میرے باطن کو تاڑ نہ سکیں۔

وہ مطمئن ہوگئی میں پھر بچی کو لے کر باہر نکلا ایک گڑھا کھودا بچی دیکھتی رہی پھر میں نے اسے گڑھے میں پھینک دیا اور پر مٹی ڈالنے لگ گیا وہ بار بار کہتی تھی ابو آپ کیا کر رہے ہیں پھر وہ مٹی میں آواز سمیت دب گئی۔

ادھر واقعہ سن کر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آنسوؤں کے موتی داڑھی مبارک کے نورانی بالوں سے بھی گر رہے تھے اور آپ فرما رہے تھے مَن لّا یرحم لا یرحم جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

ایسے بیسیوں واقعات احادیث وسیرت کی کتابوں میں موجود ہیں کہ اس ظالم معاشرے میں بچیوں کو مختلف طریقوں سے موت کے گھاٹ اُتار دیا جاتا تھا۔ قرآن کی شہادت یہ ہے، وَ اِذا الموؤدة سلت بِای ذَنبٍ قتلت جب زندہ درگور کی ہوئی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس جرم میں ماری گئی۔

تو یہ مرجانے والی تھی...... جو زندہ بچ جاتی تھیں معاشرے میں ان کا مقام کیا ہوتا تھا

آیئے اس کا بھی جائزہ لیتے ہیں:۔

۱......وہ وِراثت سے محروم تھیں جب قرآن نے انہیں وارث قرار دیا تو ان لوگوں نے سرکار علیہ السلام سے کہا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چھوٹی سی لونڈی کو جو نہ گھوڑے پر سوار ہوسکتی ہے اور نہ مدافعت کرسکتی ہے آدھی جائیداد دے دی جائے۔

اس عبارت کو اندر سے جھانک کر دیکھیں تو عورت کیلئے نفرت کا لاوا اُبلتا نظر آتا ہے پھر اولاد ہوتے ہوئے وہ اس لئے وِراثت سے محروم ہونی چاہئے کہ وہ گھوڑے پر سوار نہیں ہوسکتی اپنا دفاع نہیں کرسکتی، یعنی وہ صنف نازک کیوں ہے؟ اسے جینے کا حق کیا ہے؟

۲......خاوند مرجاتا تو وراثت میں ولی کی ملکیت قرار پاتی، ولی چاہتا تو کسی سے رقم لے کر اس کی اس سے شادی کردیتا اسے مجال اِنکار نہیں تھی، اگر بدقسمتی سے اس خاتون کے پاس کچھ میکے وغیرہ کا عطیہ اور کچھ جائیداد ہوتی تو وہ اسے اپنے نکاح میں صرف اس لئے لے لیتا کہ وہ جائیداد ہڑپ کرسکے۔ اسے بسا اوقات اس لئے شادی کی اجازت نہ دی جاتی کہ اس کے مرنے کے بعد جائیداد مل جائے گی۔

۳......سب سے مکروہ انداز تو یہ تھا کہ باپ کے مرنے کے بعد بذات خود بیٹا اپنی اس سوتیلی ماں سے شادی رچالیتا یہ عام چلن تھا جس کی شہادت علامہ ابوبکر جصاص نے ان الفاظ میں دی ہے...... وقد کان نِکاح اِمرأۃِ الاب مُستفِیضاً شائعاً فی الجاھِلیّۃ (احکام القرآن 2/148) باپ کی بیوی سے نکاح جاہلیت میں عام اور ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔

دورِنبوی میں ایسا واقعہ پیش آیا تو سیّدِ کل علیہ السلام نے ایک فوجی دستہ یہ احکام دے کر بھیجا کہ وہ جہاں ملے اسے ماردیا جائے اس دستے نے اسے اسکے گاؤں میں جالیا اور رحمتِ عالم علیہ السلام کے فرمان کو پورا کرتے ہوئے اسے زندگی کے بوجھ سے آزاد کردیا ترمذی شریف میں یہ واقعہ بڑی تفصیل سے مذکور ہے۔

٤......معاشرے میں خاتون کو جس انداز سے عضوِ معطل بنادیا گیا تھا اس کی صحیح عکاسی امیر المؤمنین سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے، وَاللّٰہ اِن کنّا فِی الجاھلیّۃِ ما نعد لِلنّساءِ اَمراً حتی اَنزل اللّٰہ فیھنّ ما اَنزل وقسَم لھنّ ما قسَمَ قسم بخدا ہم جاہلیت میں خواتین کو کچھ بھی نہیں سمجھتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے ان کے بارے میں احکام نازِل فرمائے اور ان کیلئے حصّہ مقرر کیا۔ (مسلم کتاب الطلاق)

اس عبارت سے معاشرے میں عورت کے مقام پر بڑی تفصیلی روشنی پڑتی ہے۔

شادی کے عربوں کے ہاں طریقے

شادی ایک کھیل تھا جو جب چاہتا شادی کر لیتا جب چاہتا طلاق دے دیتا جتنی عورتیں چاہتا حبالۂ نکاح میں لے آتا...... وہب اسدی اسلام لائے تو ان کی آٹھ بیویاں تھیں، غیلان ثقفی اسلام میں داخل ہوئے تو ان کی دس بیویاں تھیں۔ شادی چار طریقوں سے کی جاتی ایک تو نکاح کا معروف طریقہ جو اسلام میں بھی مروج ہے باقی تین طریقے یہ تھے:۔

۱...... کسی مشہور آدمی کا نطفہ حاصل کرنے کیلئے اپنی بیوی کو اس کے پاس بھیج دیا کہ وہ اس کے پاس شب باشی کرے اور پھر اس کے حمل کا انتظار کیا جاتا جب حمل ظاہر ہوتا تو پتا چل جاتا کہ یہ فلاں کا بچہ ہے اصل میاں صاحب اپنی بیگم سے الگ رہتے۔

۲...... دس سے کم افراد کسی صاحبہ کے ہاں جاتے اس سے ازدواجی رشتہ قائم کرتے جب بچہ پیدا ہوتا تو ان افراد سے جس کا نام وہ عورت لے لیتی بچہ اسی کا قرار پاتا۔

۳...... کچھ بدکار عورتیں باقاعدہ جھنڈے گاڑ کر بیٹھی ہوتیں مالک ان سے روزانہ رقم وصول کرتے باقاعدگی سے وہ بدکاری کرتیں اور جب ان کے ہاں بچہ ہوتا تو قیافہ شناس بلایا جاتا وہ سب لوگ بھی آتے جو اس فعل بد میں شریک ہوتے تھے پھر قیافہ شناس وہ بچہ کسی ایک کے حوالے کر دیتا اور وہی اس کا باپ قرار پاتا۔ امام بخاری نے کتاب النکاح میں یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت کی ہے۔ قیافہ شناسیوں کی بات کو حرف آخر سمجھا جاتا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں کچھ لوگ غلط باتیں کرتے تھے وہ دونوں منہ لپیٹے سو رہے تھے اور قدم چادر سے باہر تھے ایک قیافہ شناس گزرا تو کہا یہ قدم حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم ان قدموں حضرت زید کے قدم سے ہیں۔ حضور علیہ السلام مسکرائے کہ اب تو انکار نہیں کیا جاسکے گا کہ ان کے معتبر نے بات کر دی ہے۔ یہ وہ اندازِ حیات تھا جو عربوں کے ہاں مروج تھا۔

جدید یورپ اور عورت

آزادی کے نام پر عورت کو ایک جانور بنا دیا گیا ہے جہاں نہ اخلاقی اقدار ہیں نہ مذہبی افکار۔ بس عیاشی کا ایک آلہ ہے جسے مغربی مرد اپنے انداز سے استعمال کر رہا ہے اور بے حیائی کے گہرے سمندر میں اسے یوں غرق کر دیا ہے کہ اس میں اب باقی سب کچھ تو ہے مگر نسوانیت کی کوئی رعنائی باقی نہیں رہی، مرد نے کمال مہارت سے اپنا کام بھی اس کے ذمہ لگا دیا ہے...... دکانیں وہ چلائے، فیکٹریوں میں وہ کام کرے، کھیتوں میں وہ پہنچے کیونکہ وہ آزاد ہے اور یہ آزادی کا ثمر اسے مرد حضرات نے عطا فرمایا ہے یعنی دورِ جدید نے جدید انداز سے اسے مشین بنا کر نئی غلامی کا پٹہ ڈال دیا ہے۔

مغرب کے سیاسی تسلط نے مشرق میں بھی خواتین کو مادر پدر آزاد کر دیا ہے اور مشرقی سیاستدانوں اور مغربی علوم کے ماہرین نے یہاں بھی مغربی اقدار کی برتری کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا ہے یہاں بھی خواتین کمیشن بنائے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ عورت کسی کے ساتھ بھاگ جائے تو یہ اس کا حق ہے مگر اس کی رضا کے بغیر اس کا خاوند اسے ہاتھ لگائے تو یہ جیل کا مستحق ہے خاتون کا یہ بھی حق ہے کہ وہ جب چاہے اسقاط حمل کروائے، جہاں چاہے شب باش رہے، ایسی سفارشات اسلامی ملکوں میں عموماً اور پاکستان میں خصوصاً پیش کی جا رہی ہیں جو اسلام کے نام پر قائم ہوا ہے، ہم نے ایک ایسے ہی نام نہاد کمیشن کی رپورٹ پر تفصیلی تبصرہ لکھا ہے، کوشش ہوگی کہ اس کتاب کے آخر میں اسے بھی لگا دیا جائے۔

جدید دور کا یہ انداز قدیم جہالت کا بھونڈا احیاء ہے اور تہذیب کے نام پر آوارگی ہے۔ اسلام نے خاتون کو تحفظ دیا، حقوق دیئے، حیا سے مالا مال کیا، معاشرے میں مقدس مقام دیا، شمع خانہ بنایا، بچوں کی تربیت کی قیادت سونپی، خاوند کا ہر انداز سے شریک حیات بنا کر محبت کی دنیا کی ملکہ بنایا۔

آیئے! اسلام نے آکر اسے کیسی ماں، کیسی بہن، کیسی بیٹی، کیسی بیوی، کیسی مجاہدہ، کیسی عالمہ اور کیسی زاہدہ بنایا۔

...... حدیث و تاریخ کے آئینے سے دیکھتے ہیں ......

عظمت خواتین اور اسلام

یہ محفل رسول مکرّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے

جعرانہ کے مقام پر سیّدِ کل علیہ السلام لوگوں میں گوشت تقسیم فرما رہے ہیں لوگوں نے دیکھا کہ ایک بدوی خاتون آرہی ہیں جب وہ محفل میں پہنچیں اور آقائے قلب وروح کے قریب آگئیں تو رحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چادر بچھادی وہ چادر پر بیٹھ گئیں۔ واقعہ کے راوی حضرت ابوالطفیل کہتے ہیں میں نے پوچھا یہ محترمہ کون ہیں؟ مجھے احباب محفل نے جواب دیا یہ قائد انسانیت علیہ السلام کی رضائی ماں ہیں۔ (اصابہ،ص ۵۸۵)

آپ نے ملاحظہ فرمایا وہ کملی جس کے تاروں میں عشاق دو جہاں کی روحیں اٹکی ہوئی ہیں اسے رحمت مجسم نے زمین پر بچھا دیا اور رضائی ماں کو اس پر بٹھا کر خواتین کی عظمت پر مہر تصدیق ثبت فرمادی یہ تو ماں ہیں، اب ذرا رضاعی بہن کی آمد کا نظارہ بھی فرمالیں۔

ہوازن پر نور مجسم علیہ السلام کے شاہسواروں نے یلغار کی قیدیوں میں حضرت شیماء بنت حارث سعدیہ بھی تھیں، انہوں نے شہسواروں سے کہا کہ میں تمہارے آقا علیہ السلام کی بہن ہوں، جب انہیں محفل نور میں لایا گیا تو بولیں...... یارسول اللہ (علیك الصلوٰة والسلام) میں آپ کی بہن ہوں پھر ایک نشانی بتائی۔ آپ سرکار علیہ السلام نے مرحبا وخوش آمدید فرما کر اپنی چادر مبارک بچھادی اور انہیں چادر پر بٹھایا۔ آپ کی نورانی آنکھیں ڈبڈبا گئیں فرمایا اگر آپ واپس اپنے خاندان میں جانا چاہتی ہیں تو آپ کو وہاں پہنچادیتے ہیں، اگر میرے پاس رہنا چاہتی ہیں آپ کیلئے احترام ومحبت کی فراوانی ہوگی۔ انہوں نے عرض کیا واپس جاؤں گی مگر اب میں دولت اسلام لے کر جاؤں گی یہ کہا اور اسلام لے آئیں۔ منبع جود وسخا علیہ السلام نے چار پائے، بکریاں، تین غلام اور ایک لونڈی عطا فرمائے۔ شیماء کو علامات سے پہچان لیا، بچپن کی یاد تازہ ہوگئیں آنکھوں میں آنسو آگئے۔ جی ہاں یہ وہی شیماء تو ہیں جو سیّدِ کل علیہ السلام کو بچپن میں لوری دیتے یہ گیت گاتی تھیں......

يَا رَبِّ ابق لنا مُحمَّداً حتّى اَراه يافِعاً وَامرداً

ثُمَّ اَراه سيّد امسوداً وَ اكبت اَعاديه معاً وَالحسّدا

وَاعطِهِ عزّا يدومُ ابداً

اے میرے پروردگار! ہمارے لئے سیّدِ کل محمد علیہ السلام کو زندگی عطا فرما پھر میں انہیں گبھرو جوان دیکھوں، پھر وہ آقا ہوں اور حاکم ہوں، ان کے دشمن اور حاسد اوندھے منہ مل کر پڑے رہیں، اللہ! انہیں سدا قائم رہنے والی عزّت عطا فرما۔

فرمایئے کہ اس بچی کے منہ سے یہ الہامی الفاظ نہیں جھڑ رہے ہیں مستقبل کا کیا حسین خاکہ ہے جو اس بچی کی پیاری زبان سنا رہی ہے۔

مشہور عالم ابوعروہ ازدی مرحوم جب یہ شعر پڑھتے تو فرماتے، کتنے حسین انداز سے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

وفا کا کتنا حسین نمونہ ہے جو انہیں پہچان کر آقا علیہ السلام نے پیش فرمایا۔

یہ اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں انہیں سیّدِ کل علیہ السلام کی گھریلو خادمہ کا شرف حاصل ہے۔ سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد یہ ماں کی محبت کا ہدیہ پیش کرتی ہیں، دور گزرتا گیا، آج ان کا بڑھاپا ہے مدینہ کی نورانی فضائیں ہیں، احد میں وہ دیکھو یہ عمر رسیدہ خاتون زخمیوں کو پانی پلا رہی ہیں تھکے ہاروں کو ٹھنڈا پانی پیش کر رہی ہیں۔ اسامہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اس عظیم ماں کے لختِ جگر ہیں۔

مدینہ میں وہ حضور کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کے سامنے آتی ہیں تو محبت ولگاؤ اور نیکی ووفا سے بھرپور یہ مقدس جملہ سرکار علیہ السلام کی زبانِ وحی ترجمان پر آجاتا ہے، اِنّـها بقيّۃُ أهل بيتِي میرے خاندان کا یہ بقیہ ہے۔ (اصابہ)

خدمات کا صلہ دیتے ہوئے پوری انسانی تاریخ میں اس سے زِیادہ حسین جملہ آج تک کسی زبان پر نہیں آیا انہیں اپنے خاندان کا ایک فرد قرار دیا اور ان کی مقدس نشانی قرار دے کر وفا و محبت کا غیر فانی نقش چھوڑ دیا تا کہ کائنات اس نمونہ کی پیروی کرے۔

آقا علیہ السلام کے ان حسین نمونوں کو دیکھ کر خواتین نے تربیت کی ادائیں سیکھیں۔

ماں کی محبت و تربیت

دورِ نبوی میں یہ بہت بڑا بلکہ کسی کی زندگی میں دنیا و آخرت میں سب سے بڑا اعزاز تھا کہ کوئی خاتون حضور کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی شریک حیات بن جائیں آپ سے نکاح کے اگلے لمحے میں وہ اُمّ المؤمنین بن جاتی تھیں اور اسلامی ریاست کا ہر فرد انہیں بے حد احترام پیش کرتا تھا۔ ان کا ہر ارشاد پوری اُمت کیلئے حکم کا درجہ رکھتا تھا۔ صدِیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر تشریف لاتے تو یا اُمّ المؤمنین کہہ کر اجازت لے کر اندر داخل ہوتے۔

سیّدِ کل علیہ السلام اپنی چچا زاد...... سیّدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ محترمہ سیّدہ امّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اُمّ المؤمنین بننے کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ جانتی ہیں کہ انہیں دعوت دینے والے کی ذاتِ اقدس کے طفیل اللہ تعالیٰ سے شناسائی ہوئی ہے ان کے ذریعے دولتِ ایمان نصیب ہوئی ہے وہ یہ بھی جانتی ہیں کہ ان کی محبت ہی ایمان کا دوسرا نام ہے وہ اس سے بھی باخبر ہیں کہ ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر فرض قرار دی ہے وہ کس ادا سے ان سب لوازمات کو سلجھاتی ہیں اور پھر اپنے بچوں کا حوالہ کس پیار سے دے کر عرض کرتی ہیں...... ذرا ملاحظہ فرمائیں۔

یا رسول اللّٰہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! لانت احبّ اِلی من سمعی و مِن بصری و انّی امراۃ مؤتمۃ و بنی صغار و حق الزّوج عظیم فاخشی اِن اقبلت علیٰ زوجی ان اُضیع بعض شانی و وَلدِی و ان اقبلت علیٰ و لدتی ان اضیع حق زوجی الطبقات الکبری (الطبقات الکبریٰ ۳۳/۷۔الاصحابہ ۸/۱۸۷)

یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ یقیناً مجھے میرے کان اور آنکھ سے بڑھ کر محبوب ہیں میں ایک بیوہ عورت ہوں اور میرے بچے چھوٹے ہیں، خاوند کا حق بہت بڑا ہے مجھے ڈر ہے کہ اگر میں خاوند کی طرف متوجہ ہوں گی تو کچھ کوائف بچوں کے پورے نہیں کر سکوں گی اور اگر بچوں کی طرف توجہ مبذول کروں گی تو خاوند کا حق پورا نہیں کر سکوں گی۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا سرکار علیہ السلام کی پیشکش اس لئے پوری نہیں ہوسکتی کہ دو طرف کے دھیان سے نہ تو خدمت رسول علیہ السلام ہوسکتی ہے اور نہ ہی بچوں کی پرورش پر بھرپور توجہ ہوسکتی ہے لہٰذا اجازت ملنی چاہئے کہ بچوں کی پرورش کرسکوں مجسم رحمت علیہ السلام نے یہ عذر قبول فرمالیا۔

پتا چلا کہ ماں کو بچوں سے کتنا پیار ہوتا ہے اور ان کی تربیت کا کتنا خیال ہوتا ہے۔ حدیث کی بین السطور سے یہ حقیقت بھی واشگاف ہوگئی کہ اسلام میں خواتین کی رائے کتنی وقیع اور کتنی محترم ہے کہ سیّدِ کل علیہ السلام نے حکم نہیں فرمایا اور جب انہوں نے پیشکش کے خلاف رائے دی تو اسے صرف قبول نہیں فرمایا بلکہ ارشاد ہوا ......اونٹ پر سوار ہونے والی خواتین میں سب سے بہتر قریش کی خواتین ہیں، بچے کی کم عمری میں وہ اس کیلئے بے حد مہربان ہیں اور خاوند کے مال میں اس کیلئے بے حد رعایات کرتی ہیں۔ (ایضاً)

حضور اقدس علیہ السلام نے ان مقدس جملوں میں وہ خراج تحسین پیش فرمایا ہے جس کی مصلحین کی دُنیا میں مثال نہیں ہے۔

ایک اور ماں کا کردار بھی دیکھتے چلیں یہ لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا ہیں انہیں یہ شرف حاصل ہے کہ رحمت عالم علیہ السلام کی چچی ہیں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ہیں خیر الامت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خالہ ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان کی دوسری بہن (خالد کی والدہ) کا نام بھی لبابہ ہے، انہیں عموماً عصما کہا جاتا ہے۔

لبابہ بڑی عالمہ اور فاضلہ خاتون تھیں قدیم الاسلام ہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلی مسلمان خاتون آپ ہی ہیں اپنے بڑے بیٹے فضل کی وجہ سے اُم الفضل کنیت اختیار فرمائی آپ مکہ مکرمہ میں بڑی مشکلات میں گھری رہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ میں اور میری والدہ مکہ مکرمہ کے مستضعفین (کمزور اور بے پایہ لوگ) میں شامل تھے۔

اُمّ المؤمنین سیّدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی بہن تھیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے گھر رات گزارتے لہٰذا انہوں نے سرکار علیہ السلام کے رات کے معمولات روایت کیے ہیں۔ آیئے اب ملاحظہ فرمائیں کہ سیّدہ لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بچے کی کیسی تربیت فرماتی ہیں اور اس کے مستقبل کو کن نگاہوں سے دیکھتی ہیں۔

آپ جوان تھے اور خواہش یہ تھی کہ ان کا بیٹا...... عبداللہ...... عظیم انسان بنے اور اس کا ہر طرف چرچا ہو، دل کی خواہش کو جونہی موقع ملا تو وہ یوں زبان پر آئی جھولا جھلا رہی ہیں ہاتھوں پر اچھال رہی ہیں رقص محبت جاری ہے کہتی ہیں......

ثَکلت نفسِی و ثکلت بِکری اِن لم یسد فھراً و غیر فھر

میری جان کس کام کی اور میرا یہ نرالا بیٹا بھی بیکار ہے اگر وہ اولادِ فہر اور غیر فہر کا سردار و وسیلہ نہ بن سکے۔

فہر اور غیر فہر جو عرب میں آباد تھے ان کا تو ذِکر ہی کیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو دُنیائے اسلام کے علمی و فکری قائد ثابت ہوئے ان کا ذکر سارے عالم اسلام میں پھیلا اور جب تک سطح ارضی پر انسان باقی ہیں یہ ذکر باقی رہے گا۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا ماں کی توجہ، انعطاف، لگاؤ اور جھکاؤ بچے کی طرف کیسا ہے؟ وہ کیا مانگ رہی ہیں یہی وہ شے ہے جسے اُردو نے ماں کی ممتا کہا ہے۔

اس مثالی ماں نے تمیں احادیث رحمت عالمیان علیہ السلام سے روایت فرمائی ہیں آپ کا وصال اپنے خاوند حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پہلے خلافت عثمانی کے دَور میں ہوا۔

آپ نے مسلمان خاتون کا کردار بحیثیت ماں ملاحظہ فرمایا اب یہ بھی ملاحظہ کرتے چلیں کہ بحیثیت بیوی اس کا کردار کیا ہے۔

خاتون بحیثیت بیوی اُمّ المؤمنین خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا

دعوتِ اسلام سے پہلے خدمت رسول علیہ السلام کیلئے وقف ہیں، دعوت اسلام کے بعد پہلی وحی نازل ہوتی ہے تو شان نبی علیہ السلام میں جو الفاظ آپ استعمال فرماتی ہیں وہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفصیل سے نقل کیے ہیں۔ آپ ورقہ بن نوفل کے پاس سیّدِ کل علیہ السلام کے ساتھ جاتی ہیں ورقہ کی باتیں بھی بخاری میں مفصل بیان ہوئی ہیں۔

حضور کریم علیہ السلام کے دل کی تسکین فرماتی ہیں، آپ کے دین کی تائید کرتی ہیں۔ کبھی کوئی ایک لفظ بھی آپ کی زبان پر ایسا نہیں آتا جس سے سیّدِ کل علیہ السلام ملول اور کبیدہ ہوں، آپ ہر چھانے والے غم واندوہ کے بادلوں کو ہٹاتی ہیں، مشکلات کو آسانی فرماتی ہیں، دل پر آنے والی مشکلات کی گرمی کو اعانت و وفا کی ٹھنڈک پہنچاتی ہیں، اپنے ہادی کے ساتھ اسلام کا جھنڈا بلند کرتی ہیں، مشکلات سہتی ہیں، شعب کی سختیاں برداشت کرتی ہیں زبان پر حرف شکایت کبھی نہیں آتا، ان کے ساتھ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد بھی شریک ہیں پھر آسمان سے ناموں کا جواب آتا ہے اللہ تعالیٰ کا خطاب لا جواب آتا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام آتے ہیں اور عرض کرتے ہیں...... هٰذِهِ خَدِيْجَةُ قَدْ أَتَت معها اِناء فيه اِدام و طَعام و شَراب فاذا هُو اتتك فاقرأ عليها من ربّها السّلام و منِّي و بشِّرها ببيت فى الجنّة من قصب لا صخبَ فيه و لا نصب (بخاری باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ۵۳۹/۱)

یہ خدیجہ رضی اللہ عنہ ہیں جو آپ کی خدمت میں حاضری دے رہی ہیں ان کے پاس ایک برتن ہے جس میں سالن، روٹی اور پانی ہے جب وہ آئیں تو انہیں انکے ربّ کا اور میرا سلام پیش فرمادیں انہیں جنت میں جواہرات کے ٹکڑوں سے بنے گھر کی شہادت بھی دیں جس میں نہ شور وشرابا ہوگا اور نہ ہی تھکن ہوگی۔

امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں حدیث کے صحیح ہونے پر سب محدثین کا اتفاق ہے۔

دیکھا آپ نے مثالی بیوی کو کیا اِنعام ملا۔ سابقین اوّلین، خلفائے راشدین اور صحابہ رضی اللہ عنہم متبعین میں سے کسی کو یہ انعام اس لئے نہ مل سکا کہ اسلام کے پہلے مشکل لمحات میں صرف آپ ہی وہ جاں نثار تھیں جن کی ساری توانائیاں، ساری قوتیں اور ساری دولتیں حضور علیہ السلام کیلئے وقف تھیں۔

وہ غار حرا کی طرف اپنے قائد، اپنے ہادی اور اپنے زوج کریم علیہ السلام کیلئے غذا لے کر جارہی ہیں، شدید چڑھائی عشق کیلئے مہمیز کا کام کررہی ہے جذبۂ شوق راہ کی دشواریوں کو گلشن حیات سمجھ رہا ہے۔ شدید گرمی کی بادسموم باد بہاری کے جاں بخش جھونکے محسوس ہورہے ہیں ابھی سفر کا مرحلہ ختم نہیں ہوا کہ جبریل علیہ السلام ان کے آنے کی اطلاع دے کر سلام پہنچارہے ہیں پیغام سن کر محسنۂ اسلام فرماتی ہیں، سلام اللہ کیلئے ہے اور اسی کی ذات سے سلامتی ہے جبریل علیہ السلام کو بھی میرا سلام ہو۔

جب ان کی حیات طیبہ پر نگاہ پڑتی ہے تو یہ فیصلہ کرنے میں ذرا بھی دیر نہیں لگتی کہ آپ کی ذات سرکار اقدس علیہ السلام کیلئے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت تھی۔

ہمارے آقا علیہ السلام نے ان کیلئے جو کلمات طیبات ارشاد فرمائے ان کا ترجمہ ملاحظہ فرماتے چلیں۔ امام احمد نے مسند (۶/۱۱۸) میں سرکار علیہ السلام سے روایت کرتے ہوئے لکھا...... مجھ پر وہ اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے میرا اِنکار کیا، میری اس وقت تصدیق کی جب لوگوں نے جھٹلایا، مجھے اس وقت اپنے مال میں شریک کیا جب لوگوں نے مجھے محروم رکھا، اللہ تعالیٰ نے پھر مجھے انہی سے اولاد بھی عطا فرمائی۔ یہی روایت علامہ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب استیعاب میں بھی نقل فرمائی ہے۔

یہ ہے ایک مثالی بیوی کا کردار جسے دورِ حاضر میں سب خواتین کو اسوۂ سمجھ کر قبول کرنا چاہیئے۔ اسی میں اُمت کیلئے کامرانی و کامیابی ہے۔ کچھ اور مثالی بیویوں کے کردار کو جاننے کا شوق ہو تو سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، سیّدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (سیّدِکل علیہ السلام کی صاحبزادیاں) اور ابوجہل کی بہو عکرمہ کی بیوی اُم حکیم بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات نساء حولی الرسول علیہ السلام کا مطالعہ فرمائیں۔

حضور رحمت عالم علیہ السلام نے بیوی کو کس نگاہ سے دیکھا ذرا کنز العمال ۲۵۸۔۹/۲۶۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ما استفاد المومن بعد تقویٰ اللہ خیرا من زَوجۃٍ صالحۃ ان اَمرھا اطاعتہٗ وَ ان نظر اِلیھا سرّتہ و ان اقسم علیھا لا برّتہ' و ان غاب عنھا حفظتہٗ فِیْ مالہٖ و عِرضہٖ	تقوائے خداوندی کے نیک بیوی سے بڑھ کر مومن کیلئے کوئی مفید شے نہیں ہے، وہ اگر اسے حکم دیتا ہے تو وہ مانتی ہے، اس پر نگاہ ڈالتا ہے تو خوش ہو جاتی ہے، اگر کسی بات پر اس کیلئے قسم کھاتا ہے تو وہ قسم میں اسے بری کرتی ہے (قسم خاوند کی پوری کرتی ہے) اگر وہ موجود نہ ہو تو اس کے مال اور عزت کی محافظ ہوتی ہے۔

آؤ عالم اسلام کی خواتین! اپنے آپ کو معیار رسول علیہ السلام پر پورا اتارنے کی دن رات کوشش کرو تا کہ یہ دنیا بہشت بن جائے۔ جھگڑے ختم ہوں، امن ہو، گھروں میں تبدیلی آئے اور عالم اسلام رشک بہار بن جائے۔

سرکار کریم علیہ السلام نے مردوں کو بھی تاکید فرمائی...... تم میں افضل و بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کیلئے اچھے ہیں۔ اپنے آخری خطبے میں بھی ارشاد فرمایا...... میں تمہیں اپنی بیویوں کیلئے خیر و اچھائی کی وصیت کرتا ہوں۔ اس موضوع پر رحمت عالم علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے بے شمار ارشادات ہیں جن میں سے کچھ ہم پچھلے ابواب میں ذکر کر چکے ہیں۔

بیوی کا ذکر ہو چکا۔ اب ذرا مثالی بیٹی کو بھی میدان حیات میں دیکھتے چلیں۔ یہاں نمونہ رحمت عالم علیہ السلام کی صاحبزادی، جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شریک حیات، سیّدۃ نساء العالمین فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا طیبہ و طاہرہ ہیں۔

خاتون بحیثیت بیٹی سیّدہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا

جی ہاں وہ بتول ہیں صرف جنسی خواہشات سے کٹی ہوئی نہیں جو عوامی معنی ہے بلکہ وہ علم وفضل میں، خلق وادب میں، حسب ونسب میں اور ایمان واطاعت میں یکتا ومنفرد اور سب سے ممتاز و بے مثل ہوکر ہمسروں سے کٹی ہوئی ہیں اور کیوں نہ ہو کہ وہ نگاہِ نبوت کی پروردہ ہیں، رسول مکرم علیہ السلام کو سب سے پیاری ہیں۔ ان کیلئے ارشاد ہے، فاطمة بضعة منّي يريبني ما رابها و يؤذيني ما آذاها (استیعاب لابن عبدالبر) فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جو اسے شک میں ڈالے وہ مجھے شک میں ڈالتا ہے جس سے اسے ایذا ہو اس سے میری ایذا ہے۔

عالمین کی خواتین کی سیّدہ ہیں، سب جنتی خواتین سے افضل ہیں۔ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شریک حیات ہیں، حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی امی ہیں۔

گھریلو زندگی میں سارے کام اپنے ہاتھ سے سرانجام دیتی، چکی چلا چلا کر مقدس ہاتھوں میں گٹھے پڑ گئے ہیں، پانی کے مشکیزے اٹھا اٹھا کر کندھے اور گلے کی مبارک ہڈیوں پر نشان پڑ گئے ہیں، خود جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، شادی کے بعد میرے اور فاطمہ کے پاس صرف ایک مینڈھے کی کھال تھی رات کو اسی پر سو جاتے اور صبح پانی لانے والے اونٹ کی پشت پر ڈال دیتے۔ فاطمہ کے علاوہ ہمارے پاس گھر میں کوئی خادم نہیں تھا گھر میں جھاڑو دے دے کر ان کے کپڑے غبار آلود ہیں اور ہنڈیا کے نیچے آگ جلا جلا کر ان کی پوشاک سیاہ ہوگئی ہے۔ (احکام النساء لابن جوزی)

ملاحظہ فرمایا آپ نے یہ زہراء بنت رسول علیہ السلام ہیں، پتا چلتا ہے کہ کچھ غلام آئے ہیں خادم طلب کرنے نکلتی ہیں مگر امام الانبیاء علیہ السلام کے سامنے خاموش ہیں۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ آپ کی طرف سے بات کرتے ہیں، جواب میں تسبیحات ووظائف تو ملتے ہیں مگر خادم نہیں ملتا۔ ارشاد ہوتا ہے، خدام کا زیادہ حق اصحاب صفہ کا ہے۔

ادھر آقا کملی میں چاروں کو لپیٹ لیتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے، اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں اس سے نجاست دُور فرما کر انہیں اچھی طرح پاک فرمادے۔ (سیر اعلام النبلاء، ۲/۸۸)

زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے دو نمونے ہیں وہ سیّد کل علیہ السلام کے اعمال وافعال کو ملاحظہ فرماتی ہیں اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے طرز زندگی کو دیکھتی ہیں پھر وہ حسن وجمال کے ان دو سمندروں میں ڈوب جاتی ہیں، خدمت حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو شعار بناتی ہیں حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تربیت کے پھول نچھاور کرتی ہیں، کائنات کو اپنے والد گرامی کے اخلاق عالیہ کی خیرات بانٹتی ہیں۔

وہ پردے کے پیچھے ہیں مگر ان کی مہک سے مشام عالم انسانیت معطر ہے۔ وہ اسلام کا مستقبل ہیں، ان کے آسمان محبت پر وہ ستارے جلوہ افروز ہونے والے ہیں جن کی تابانیوں سے انسانیت کے دل ودماغ معطر ومنور ہونے والے ہیں۔

حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں، ان کی چال چالِ مصطفیٰ علیہ السلام تھی، وہ اسرارِ نبوت کی امین تھیں۔ (مسلم ملخصا)

جی وہ مجسمۂ طہارت ہیں، عبادت کی وہ جان ہیں، زہد کی وہ آن ہیں، ورع کی وہ جان ہیں، بھوک ستائے وہ سجدے فرماتی ہیں، تھکن ہو تو محوِ ذکر ہوتی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے کہا بیرونی کام میرے ذمہ ہیں اور گھر کے کاموں میں اب آپکے ساتھ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

کاشانۂ حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روشن فرماتے ہیں۔ دونوں ایک چادر لپیٹے ہیں۔ سر ڈھانپتے ہیں تو پاؤں نکل جاتے ہیں، پاؤں ڈھانپتے ہیں تو سر باہر ہوتے ہیں۔ کیا بیٹی کی یہ حالت دیکھ کر کچھ عطا ہوا؟ جی ذکر خدا ملا، کائنات کو بتا دیا ہم اختیاری فقر والے ظاہری ملمع سازیوں کے محتاج نہیں ہوتے۔

ذرا ملاحظہ فرمائیں وہ تربیت کی دُنیا بسا رہی ہیں۔ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھولا جھلا رہی ہیں اور فرما رہی ہیں، اِنّ بنی شبه النبی لیس شبیها بعلی میرا بیٹا تو شبیہ مصطفیٰ علیہ السلام ہے وہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشابہ نہیں ہے۔

پھر شبیہ مصطفیٰ یہ سن کر وہ ریکارڈ قائم کرتا ہے جسے صبح قیامت تک کوئی توڑ نہیں سکے گا۔

سیّد کل علیہ السلام دنیائے ظاہر سے رخ انور موڑ لیتے ہیں آپ فرماتی ہیں،

یا ابتاه! اجاب ربا دعاه یا ابتاه! فی جنة الفردوس ما واه یا ابتاه! اتی جبریل فنعاه

اے میرے پیارے باپ! ربّ نے بلایا تو آپ تشریف لے گئے...... ابا جان! جنت الفردوس میں رونق افروز ہو گئے پیارے ابا! آپ کے وصال کی خبر ہم جبریل کو دے رہے ہیں۔

اس سے حسین تعزیت کیا ہو سکتی ہے، جانے والے رحمۃ اللعالمین ہیں، صاجزادی افضل خواتین ہیں، صبر کا شاہکار ہیں، رضا کا در شہوار ہیں۔

وہ دیکھو مدینہ سے خواتین احد کی طرف بڑھ رہی ہیں سیّدہ بھی ان میں شامل ہیں۔ ذرا قرب کا اندازہ تو کرو، سرکار علیہ السلام کو گلے لگا رہی ہیں، آپ کے زخم دھو رہی ہیں، خون نہیں رکتا تو کچھ جلا کر اس پر ڈال رہی ہیں، خون رُک گیا ہے مگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کی آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی ہیں، محبت رسول علیہ السلام کا گلشن دل میں کھل رہا ہے اور رحمت دو جہاں علیہ السلام کی توجہات آپ پر مرکوز ہیں۔

آپ میدان جہاد میں دیکھیں تو آپ اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دیگر تیرہ خواتین کے ساتھ زخمیوں کو پانی پلا رہی ہیں مشکیزے بغلوں میں ہیں، غذا پشت پر ہے تاکہ کوئی بھوکا پیاسا نہ رہ جائے۔

ان عظمت مآبیوں کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوتی ہیں، پردے کا حکم دیتی ہیں، چارپائی پر لکڑی سے بنا پردہ حبشیوں سے خود بنوا کر رکھ جاتی ہیں رات کا پردہ بھی ساتھ ہے بقول ابن عبدالبر لکڑی کا یہ چارپائی پر رکھا جانے والا پردہ سب سے پہلے آپ نے بنوایا۔

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا غسل دیتے ہیں، کسی کو آنے کی اجازت نہیں ہے۔ قبر تیار ہوگئی، علی رضی اللہ عنہ قریب آگئے ہیں، فرماتے ہیں...... لکل اجتماع من خلیلین فرقة و کل الذی دون الممات قلیل و انّ افتقادی واحدا بعد واحد دلیل علی ان لا یدوم خلیل دو دوست جہاں بھی اکٹھے ہوتے آخر کار جدا ہوتے ہیں موت سے پہلے جو کچھ ہے سب قلیل ہے۔ مجھ سے یکے بعد دیگرے احباب جدا ہوتے گئے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی دوست سدا نہیں رہتا۔

سیّدہ سلام اللہ علیہا نے اپنے والد کریم سے اٹھارہ حدیث روایت فرمائیں۔ ایک متفق علیہ ہے اور باقی ترمذی، ابن ماجہ اور ابوداؤد نے روایت کی ہیں۔ آپ کا احترام اور آپ کی محبت ہر مومن کے دِل میں موجزن ہے۔ حضرت اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی آپ کی ذات سے بے حد محبت تھی۔ لکھتے ہیں اگر شریعت مطاہرہ نہ روکتی تو

ورنہ گردِ تربتش گردیدے اشکہا بر خاک او پاشیدے

میں ان کی قبر کے ارد گرد طواف کرتا اور ان کی قبر کی مٹی پر آنسوؤں کا چھڑکاؤ کرتا۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انہیں خواتین اسلام کیلئے نمونہ قرار دیتے ہیں اور دورِ حاضر کی تاریکی سے بچانے کیلئے ان کی سیرت کو اسوہ سمجھتے ہیں۔

اگر پندے ز درویشے پذیری ہزار امت بمیرد تو نمیری
بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر کہ در آغوش شبیرے بگیری

اگر تو درویش بے مایہ کی بات مان لے تو ہزار ہا قومیں مرجائیں گی مگر تو نہیں مرے گی (وہ بات یہ ہے) بتول بن کر دورِ حاضر کی نگاہوں سے چھپ جا پھر تیری گود میں ایک شبیر آجائے گا۔

اسوۂ زہراء سلام اللہ علیہا پر دورِ حاضر میں ہماری مائیں، بہنیں، بیویاں اور بیٹیاں خصوصی توجہ دیں۔ کیا وہ خواتین جنہیں ہماری آج کی خواتین اپنے لئے آئیڈیل قرار دیتی ہیں ان میں سے کوئی خاوند کی رضا میں، والد کی فرمانبرداری میں، بچوں کی تربیت میں اور افرادِ ملت کی بہبود میں سیّدہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دھول کو بھی پہنچ سکتی ہیں؟ ان کی خاک راہ تک بھی رسائی پاسکتی ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر انہیں نمونہ بنانے کا کیا فائدہ؟ آؤ عظمت، رفعت، انسانیت، اخلاق عالیہ، اطاعت رسول علیہ السلام اور عمل قرآن فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سیکھو تاکہ شاہراہ حیات جگمگا اٹھے، آپ کے وجود سے وہ نور پھوٹے جس سے انسانیت پر چھا جانے والے اندھیرے کافور ہوجائیں۔ آپ سے وہ مہک لپکے جو عالم نسواں کو معطر کرتی جائے، وہ باد بہاری چلے جس سے خزاں رسیدہ پھول اور کملائی ہوئی کلیاں کھل جائیں۔

خدیجہ، عائشہ اور فاطمہ (سلام اللہ علیہن) کی بیٹیو! ساری عظمتیں ان کے نقوش پا میں ہیں، غیروں کے دروازوں پر گداگری سے صرف تمہاری تذلیل ہوگی۔ واپس آؤ ان کا دامن تھام لو تاکہ حیات جاوداں پاسکو۔

ایک اور مثال سیّدہ اسماء بنت صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اپنی قوم لے کر سرکار علیہ السلام کے ساتھ چلے گئے مگر ان کے والد جناب ابوقحافہ کو یہ فکر لاحق ہے کہ اب صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچوں کا کیا ہوگا۔ وہ آتے ہیں، اپنی پوتی اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہتے ہیں، پیسے وغیرہ کا کیا ہوا؟ وہ کہتی ہیں، دادا جان فکر کی کوئی ضرورت نہیں وہ سب مال چھوڑ گئے ہیں۔ دروازے کے اوپر آتے ہیں، ٹھیکریاں اور سنگریزے پہلے ہی رکھ کر ان پر کپڑا دے دیا ہے۔ دادا کا ہاتھ پکڑ کر اوپر پھیرتی ہیں کہ ساری دولت یہ پڑی ہے۔ وہ مطمئن ہو کر کہتے ہیں پھر ان کے جانے میں حرج نہیں ہے حالانکہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس صرف پانچ یا چھ ہزار دِرہم تھے اور وہ سارے ساتھ لے گئے تھے مگر اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے والد کا دفاع بڑے حسین انداز سے کر دیا۔

سخاوت کا یہ حال تھا کہ جو ملتا راہِ خدا میں دے دیتیں۔ خود سیّدِ کل علیہ السلام سے پوچھا کہ آقا علیہ السلام! میرے گھر میں تو کچھ نہیں ہے زبیر کچھ لاتے ہیں اگر اس میں سے کچھ دے دیا کروں تو گناہ تو نہیں ہوگا؟ سرکار علیہ السلام نے فرمایا جو ہو سکے دے دیا کیجئے۔ اگر برتن کا منہ بند کر دو گی تو تمہارے رزق کا منہ بھی بند کر دیا جائے گا۔ (ابن اثیر)

سیّدہ عائشہ اور اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں فرق یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کچھ جمع فرما کر اکٹھا دیتیں اور اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو ملتا راہِ خدا میں اسی وقت دے دیتیں۔ (نساء حول الرسول علیہ السلام، ص ۵۹)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے صاحبزادے ہیں، ان کی خوب تربیت کی۔ جب انہیں سولی دی گئی تو برادری کی نوجوان خاتون آپ کو اس راستے سے نہیں لے جاتی تھیں جہاں وہ سولی پر لٹک رہے تھے۔ کافی عرصہ کے بعد وہاں سے گزریں، دیکھا تو فرمایا کیا ابھی تک یہ خطیب منبر سے نہیں اُترا؟ اس فقرے میں جو شہادت ہے، جو جرأت ہے، بڑھاپے میں جو صبر ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ بحیثیت والدہ یہ عظیم کردار ہے جس کی مثالیں تاریخ میں ناپید ہیں۔

جب حجاج نے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کے بعد انہیں کہا، محترمہ! آپ نے ملاحظہ کیا کہ میں آپ کے بیٹے سے کیسا نمٹا؟ کمال خودداری سے آپ نے جواب دیا، تو نے اس کی دُنیا بگاڑ دی اس نے تیری آخرت تباہ کر دی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی امی جان! خدشہ صرف یہ ہے کہ شامی مجھے قتل کے بعد بھی معاف نہیں کریں گے۔ وہ مثلہ کریں گے، میری شکل بگاڑ دیں گے اور مجھے صلیب پر لٹکا دیں گے۔ آپ کا جواب معزز و محترم زندگی کے راستے پر سدا نور بکھیرتا رہے گا اور تاریخ اسے آب زر سے لکھتی رہے گی۔ یہ کلمات چٹان کی طرح ٹھوس، محترمہ کے ایمان کی طرح پختہ اور انکی جان کی طرح عظیم ہیں۔ فرمایا، پیارے بیٹے! ذبح کے بعد بکری کے کھال اتارنے سے اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری زندگی اسی فقرے کی گونج سے عبارت ہے۔ اس سارے واقعہ کو عربی ادب کے مشہور ادیب مصطفیٰ لطفی منصلوطی نے حسین ترین اشعار کا جامہ پہنایا ہے۔ اُردو میں بھی غالباً علامہ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس پر خوبصورت نظم لکھی ہے۔

عشق رسول علیہ السلام کی بھی ایک مثال ملاحظہ فرماتے چلیں۔ ان کی والدہ قتیلہ بنت عبدالفری اسلام نہ لائیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے طلاق دے دی، ہجرت کے بعد وہ کچھ چیزیں لے کر مدینہ طیبہ آئیں تاکہ اپنی بیٹی سے مل لیں اور تحائف پیش کریں۔ آپ نے اپنی والدہ کو گھر آنے اجازت بھی نہ دی اور تحائف لینے سے بھی انکار کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سیّد کائنات علیہ السلام سے پوچھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے گھر آنے دو، تب یہ گھر میں داخل ہوسکیں۔ یہ اجازت قرآن حکیم میں بھی مذکور ہے۔ (الممتحنہ ۸)

یہ ہے نظریات کی جنگ، جس سے آج ہمارا دامن تہی ہے۔ کاش اسلاف کی جلائی ہوئی شمع سے ہم روشنی حاصل کر سکتے۔

صحابیات میں سے درہ بنت ابولہب، ام کلثوم بنت عقبہ، خنساء بنت خذام اور بریرہ مولاۃ سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی مثالی زندگی رکھتی ہیں۔ کسی کو شوق مطالعہ ہو تو محمد ابراہیم سلیم کی کتاب نساء حول الرسول علیہ السلام کا مطالعہ فرمائیں۔

مسلمان عورت بحیثیت بہن

پوری اسلامی تاریخ میں ہم مسلمان بہن کو ایک ایسی ذات پاتے ہیں جو مسلمانوں کی صفوں میں وحدت پیدا کرتی ہیں۔ وہ اختلاف کو پاٹتی ہے، وحدت علمی سے مسلمانوں کو سر بلند کرنا چاہتی ہے، میدان جنگ میں ہے تو بہادروں کو درس شجاعت دے وہی خفتہ جذبات کو جگاتی ہے ہمتوں کو بڑھاتی ہے اور بہ وقت ضرورت اسلحہ بند ہو کر میدان جہاد میں اترتی ہیں اور بھوکی شیرنی کی طرح کافروں پر جھپٹتی ہے۔

اسے اپنے ماحول پر اتنی دسترس ہے کہ اس کی رائے کو بڑا وقیع سمجھا جاتا ہے۔ وہ تدبیر امور اس شاندار انداز سے کرتی ہے کہ ملت اس کے تدبر کو سلام پیش کرتی ہے۔

وہ اپنے ماحول کو نور و ہدایت عطا کرتی ہے۔ اس کے نقوش پا سے راستے منور ہوتے ہیں، راہ خدا میں اسلام کا جھنڈا بلند کرتے ہوئے وہ ہر دکھ اور ہر مصیبت کو نہ صرف صبر بلکہ خندہ پیشانی سے برداشت کرتی ہے وہ راہِ حق میں قیمتی سے قیمتی مال نثار کر دیتی ہے وہ اپنی جان بھی راہِ خدا میں نچھاور کر دیتی ہے...... آیئے ایسی بہنوں کے کچھ انداز ملاحظہ کرتے چلیں۔

عمۃ الرسول علیہ السلام سیّدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

پہلے ذرا نسبتیں ملاحظہ فرمالیں تا کہ عظمتیں سمجھنے میں آسانی ہو آپ حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں، اللہ تعالیٰ کے شیر سیّدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سگی بہن ہیں، عظیم المرتبت صحابہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں، مجاہد کبیر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دادی ہیں۔

دورِ اوّل میں دولت ایمان پائی، اسی دور میں یثرب کی طرف ہجرت فرمائی۔ بہت کم خواتین کو آپ جیسے اسلاف و اخلاف ملے۔ ذاتی اوصاف میں کمال پایا، قوت ایمانی، شدائد و مشکلات پر صبر، راہِ خدا میں قربانی اور نظریہ سے عشق میں آپ اپنی مثال آپ تھیں یہ نمونہ ہیں ایک صبر شعار، خود احتساب اور قضائے ربانی پر راضی بہن کا۔

یہ میدان احد ہے، تیر اندازوں نے اپنا مقام چھوڑ دیا ہے۔ اچانک عقبی حملہ نے اسلامی فوج کو بکھیر کر رکھ دیا ہے۔ ہندہ نے وحشی سے قتل حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سودا کر لیا ہے تا کہ وہ اپنے باپ اور چچا کا بدلہ لے سکے جنہیں جناب حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدان بدر میں مار دیا تھا۔ وحشی نے برچھا پھینک کر خالص حبشی انداز سے جناب حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔ ہندہ کو خوشخبری سنا کر ساتھ لے جاتا ہے۔ وہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ چاک کر کے دل اور جگر نکال کر چباتی ہے، مثلہ کرتی ہے۔

پھر خبر سیّدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ملتی ہے۔ وہ اپنے شیر بھائی کے جسد اقدس کی تلاش میں نکلتی ہیں۔ رحمت عالم علیہ السلام نہیں چاہتے کہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھائی کی ایسی حالت دیکھے۔ آپ ان کے صاحبزادے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیتے ہیں اپنی امی کو واپس کرو، وہ یہ حال اپنی نظر سے نہ دیکھیں۔

فرماں شعار زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امی کو دھیمی مغموم آواز میں یہ عرض کرتے ہیں، امی جان! اللہ کے رسول علیہ السلام آپ کو واپسی کا حکم دے رہے ہیں۔

قدم تو فرمان پا کر رک گئے مگر سکون و اعتماد کے ساتھ فوراً یہ کلمات طیبات زبان پر آ گئے...... کیوں جی، مجھے اطلاع ملی ہے کہ میرے بھائی کا مثلہ کر دیا گیا ہے، یہ تو راہِ خدا میں ہوا ہے ہم اس کی رضا پر راضی ہیں، میں حسین صبر کروں گی اور اِن شاءَ اللہ اسے طلب ثواب کا ذریعہ سمجھوں گی۔

محترمہ وہیں کھڑی ہیں، جناب زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آقا علیہ السلام کو آ کر صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جواب بتا دیا ہے۔ ارشاد ہوا...... اب انہیں جانے دیجئے۔ وہ دیکھو سیّدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھائی کے کٹے پھٹے جسم کے پاس پہنچ گئی ہیں۔ شہید پر نظر ڈال کر جرأت و شہادت کے ساتھ الوداعی پیغام دے رہی ہیں۔ سنو! سنو فرماتی ہیں...... اے ابو عمارہ (حمزہ رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ کی آپ پر نوازشات اور مغفرتیں ہوں۔ ہم وہ لوگ ہیں کہ قتل و شہادت ہماری عادت میں شامل ہے، سب قوتیں اور طاقتیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہی خاص ہیں، ہم اللہ تعالیٰ کے ہیں اور اسی کی طرف واپس جانے والے ہیں، میرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھے مغفرت سے نوازے اور آپ کو اپنے مخلص بندوں والی جزا عطا فرمائے۔

فرمایئے مثالی بہن نے اپنے مثالی بھائی کو کیسا خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ شہادت جن کی عادت ہو وہ احد و کربلا سے ہو کر گزرتے ہیں، نہ ان کی زبان لڑکھڑاتی ہے اور نہ ہی ان کے پاؤں میں لغزش آتی ہے وہ راہِ حیات کو اپنے مقدس خون سے معطر و منور کرتے جاتے ہیں۔ صبر و جرأت کی داستان احد کے میدان میں جس انداز سے سیّدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رقم کی ہے وہ حیات انسانی کو سدا درس دیتی رہے گی مگر صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تو ساری زندگی ایسے ہی سبقوں سے عبارت ہے۔

ایک اور منظر

خندق کا غزوہ ہے، مردِ میدان جنگ میں ہیں، خواتین ایک قلعہ میں ہیں۔ ان کی نگرانی کیلئے حضرت حسان رضی اللہ عنہ متعین ہیں۔ مدینہ طیبہ محاصرہ میں ہے، بنو قریظہ نے یہودی فطرت کو بروئے کار لاتے ہوئے معاہدہ توڑ دیا ہے، اب خارجی خطرات کے ساتھ ساتھ داخلی خطرات نے بھی شہر کو گھیر لیا ہے۔

سیّدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ایک یہودی خندق کی طرف بھی جاتا ہے اور قلعے کے چکر بھی لگاتا ہے۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ وہ خندق اور قلعے کا رابطہ اچھی طرح جانچنے کے بعد قلعے میں موجود خواتین پر دست درازی کرنا چاہتا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر آپ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتی ہیں...... حسان! یہ یہودی قلعے کے طواف میں مصروف ہے۔ ہوسکتا ہے کہ قلعے کے پیچھے بسنے والے باقی یہودیوں کو بھی بات بتادے اور ہمارے راز افشا ہو جائیں۔ اگر یہود کو پتا چل جائے کہ یہاں صرف خواتین ہیں تو قلعے پر حملہ یقینی ہو جائیگا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ تو معرکے اور جنگ وجدال کے فرد نہیں ہیں، کہنے لگے، اے عبدالمطلب کی بیٹی! اللہ آپ پر رحم کرے، آپ شروع سے جانتی ہیں کہ یہ روگ میرے بس کا نہیں ہے، مقابلے کی طاقت میں اپنے اندر نہیں پاتا۔ اب کچھ خواتین اہل بیت اور صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سارا خاندان مسلمان عصمت مآب خواتین سمیت خطرے میں ہے......

بھلا صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاموش رہ سکتی ہیں؟ خیموں کی ایک لکڑی نکال لی ہے، تن تنہا قلعہ سے باہر نکل کر یہودی پر ہلہ بول دیا ہے پوری قوت سے سر کے اگلے حصے پر لٹھ ماری ہے۔ یہودی زمین پر پڑا ہے وہ پوری شدت سے اس پر لاٹھی برسا رہی ہیں۔ وہ موت کی سخت گیر آغوش میں چلا گیا ہے۔ وہ اب قلعہ میں واپس آکر حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتی ہیں...... حسان (رضی اللہ عنہ) میں نے یہودی کو قتل کر دیا ہے اب نیچے اتر کر اس کا اسلحہ وغیرہ اتاریں، میں عورت ہونے کے ناطے ایک مرد کا اسلحہ وغیرہ نہیں اتار سکتی۔ حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواب دیتے ہیں، بنت عبدالمطلب! مجھے اسکے سلب (اسلحہ اور لباس وغیرہ مقتول کے اتار لینا) کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

ایک طرف مرد ہے جو مقابلہ سے انکار کرتا ہے دوسری طرف عورت ہے جو شیر کی طرح لپکتی ہے اور جنگجو یہودی کو چند لمحوں میں فنا کی وادی میں اتار دیتی ہے۔

یہ ہیں صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو ساری زندگی دعوت رسول علیہ السلام میں پوری قوت وشجاعت سے منہمک ہیں، صبر وشہادت اور پختگی رائے کا حسن بکھیر رہی ہیں، عزت کے دفاع میں رات دن جان ہتھیلی پر رکھے ہیں۔

تاریخ، سیرت، اخبار ومغازی کی کتابیں اس واقعہ کو اپنے اپنے انداز میں بیان کر کے مجاہدہ کو سلام پیش کر رہی ہیں کہ وہ شجاعت و جرأت میں مردوں کو پیچھے چھوڑ گئی ہیں۔

آج دنیا میں یہود اسلامی قلعوں کے طواف میں مصروف ہیں۔ وہ ہمارے ہر راز کو پالینا چاہتے ہیں۔ آج اسلامی قلعوں میں صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیزوں کو ان کا کردار دہرانا ہوگا آج اسلامی معاشرہ کو صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرح آنکھیں کھلی رکھنا ہوں گی اور ایسی ضربات سے دشمن کا سر کچلنا ہوگا جیسی ضربات سے صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہودی کا سر کچلا۔

اسی طرز زندگی کو کربلا میں شریکۃ الحسین سیّدہ طاہرہ، ثانیہ زہر حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے کربلا میں زندہ رکھا۔ اپنے عظیم بھائی کیلئے سب کچھ قربان کردیا اور شہادت اہل بیت کے بعد زندہ بچ کر جانے والی عصمت مآب منورات طیبات اور معصوم حضرت سیّد الساجدین امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس طرح ساتھ نبھایا کہ آسمان کے فرشتے بھی احسنت اور مرحبا پکار اٹھے۔ وہ عبداللہ بن زیاد اور یزید کے دربار میں یوں گویا ہوئیں کہ ہر طرف سناٹا چھا گیا اور لوگوں کو خطابت حیدر کرار رضی اللہ عنہ یاد آ گئی۔

اس لڑی کی خواتین میں فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ہیں جو بقول مورخین اسلام عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سبب بن گئیں اور یہ بات پھر ثابت ہوگئی کہ ہر عظیم شخصیت کے پیچھے کوئی عورت ہوتی ہے۔

فاطمہ بنت ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام پھر اس فہرست کی زینت ہے۔ آپ سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ ہیں۔ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندگی کے مشکل معاملات میں ان سے رائے لیتے تھے۔ آپ کا مشورہ اور نصیحت انہیں کامرانی سے دوچار کرتی۔

سقانہ بنت حاتم طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہا عدی کی بہن ہیں۔ قیدی ہو کر آتی ہیں، باپ کے اوصاف بیان کرتی ہیں، ارشاد ہوتا ہے اگر تیرا باپ اسلامی ہوتا تو ضرور اس پر رحم کیا جاتا، اسے چھوڑ دو اس کا باپ مکارم اخلاق کا گرویدہ تھا اور اللہ تعالیٰ مکارم اخلاق کو پسند فرماتا ہے۔ وہ اسلام لائی، آپ نے اس کی وجہ سے اسکی ساری قوم کو آزاد کردیا، دومتہ الجندل اپنے بھائی عدی کے پاس پہنچیں کہا...... بھائی اس عظیم انسان (سیّد کل علیہ السلام) کے پاس جلدی جایئے ورنہ ان کی رسیاں تجھے پکڑ لے جائیں گی۔ میں نے وہاں وہ شاندار سیرت اور عظیم رائے پائی ہے جو شہ زوروں پر غالب آجائے گی وہاں ایسی خصلتیں تھیں جن سے میں حیرت زدہ ہوگئی۔ میں نے دیکھا کہ انہیں فقیر سے محبت ہے، وہ قیدی کو چھوڑ دیتے ہیں، چھوٹوں پر رحم فرماتے ہیں، بڑوں کی قدر پہچانتے ہیں، میں نے ان سے بڑھ کر نہ کوئی سخی دیکھا، نہ ان جیسی کسی میں شان کریمی ہے، اگر وہ نبی ہیں تو ان کا فضل تیرا چارہ ساز ہوگا اور اگر وہ بادشاہ ہیں تو انکے ملک کی عزت تیری دستگیر ہوگی۔ (آغانی، طبری، الروض الانف، اصابہ، تاریخ ابن عساکر)

عدی سن کر بولا قسم بخدا اسے رائے کہتے ہیں۔ عدی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے ابن ہشام نے انکا نام حازم لکھا ہے دیکھا بڑے کی پشت پر پھر خاتون کا ہاتھ آ گیا۔ بہن بھائی کیلئے رحمت بن گئی، ان کے انداز بیان کا آپ اندازہ فرماسکتے ہیں۔

کئی اور مقدس بہنوں کے کارنامے تاریخ کے صفحات پر ثبت ہیں مگر مشتے نمونہ از خروارے جو عرض کیا ہے یہی کافی ہے۔

آیئے اب خاتون ایک نئے روپ میں ہمارے سامنے آتی ہے۔ اسے بھی ملاحظہ کرتے چلیں۔

مسلمان خاتون اور بیعت رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دورِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ اصلاحی دور ہے جس کی مثال تاریخ انسانی نے کبھی نہیں دیکھی وہ معاشرہ جس کی خواتین بدی میں مردوں سے بھی چار قدم آگے تھیں وہ سیّدِ کل علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتیں، ان سے چند باتوں کا وعدہ لیا جاتا ہے۔ قرآن نے اس کا تفصیلی ذِکر کیا ہے۔

۱......اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی۔

۲......چوری نہیں کریں گی۔

۳......بدکاری کا اِرتکاب نہیں کریں گی۔

٤......اپنے بچوں کو قتل نہیں کریں گی۔

۵......افترا پردازی سے کسی بچے کی نسبت اپنے خاوند سے نہیں کریں گی۔

٦......معروف میں امام الانبیاء علیہ السلام کی نافرمانی نہیں کریں گی۔

اس اقرار پر سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے میں نے تمہاری بیعت لے لی ۔کچھ خواتین کی خواہش مصافحہ کی ہوتی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے، میں خواتین سے مصافحہ نہیں کیا کرتا اور میں ایک دفعہ بات کہتا ہوں تو حاضر مجلس سب خواتین کیلئے وہ بات کافی ہوتی ہے۔

ان چھ شرائط پر غور فرمائیں......کیا ایک اچھا معاشرہ قائم کرنے کیلئے یہ بہترین شراط نہیں ہیں؟

توحید ربانی کے اقرار اور اسکے مقتضیات پر عمل سے زندگی کے اطوار بدل جاتے ہیں اس سے صرف فکر پر وحدت ہی پیدا نہیں ہوتی بلکہ عملی اور قومی وحدت بھی پیدا ہوتی ہے قوم میں وہ یک رنگی آتی ہے جو عربی و عجمی، حبشی و گورے کو یکجاں کر دیتی ہے۔

زِنا معاشرے کے اخلاق کا بیڑا غرق کر دیتا ہے۔عرب معاشرے کا ذکر ہم پیچھے کر آئے ہیں۔ ایسے معاشرے کو بدکاری سے بچالینا نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہی اعجاز ہے۔

عورت کی پاکدامنی کا تحفظ کتنا اہم ہے کہ خواتین کی شرائط بیعت میں اسے شامل کیا گیا ہے اور جب یہ طہارت آتی ہے تو پھر قرآن سیّدہ مریم علیہا السلام کے بارے میں کہتا ہے کہ ان میں روح پھونک دی و نفخنا فیہ من روحنا روح خداوندی آئی تو عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ قرار پائے، کتنا بڑا انعام ہے پاک دامنی کا۔ اسلام نے آ کر صرف ظاہر کو نہیں بدلا بلکہ دل کی گہرائیوں میں اتر کر باطن کو بھی پوتر کر دیا۔ دل کی دنیا پر بہار چھا گئی، روح یوں چمکی کہ صحرائے عرب کوہ طور بن گیا۔

بچیوں کو زندہ دفن کرنا ان کا معمول تھا۔ اسلام نے یہ شرط رکھ دی کہ کسی بچی کو زندہ درگور نہیں کیا جائے گا۔ خواتین پر اسلام کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ان کے ڈیتھ وارنٹ کو پاؤں کے نیچے مسل دیا۔

اورتم پر میرے آقا ﷺ کی عنایت نہ سہی بیبیو! جان بچانے کا بھی احسان گیا

(پہلا مصرعہ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے، دوسرے پر تغیر لفظی ہے...... ذاکر)

جس افتراء سے اسلام نے روکا ہے وہ کیا تھا؟ اس کی مختلف تعبیرات ہیں۔

۱...... بچہ کسی اور کا ہے اس کی نسبت اپنے خاوند سے کر رہی ہیں۔

۲...... بچی پیدا ہو جاتی تو اسے دے کر کسی سے بچہ لے کر اسے اپنے خاوند کا قرار دے لیتیں۔

مختلف علاقوں میں جتنے بھی انداز تھے سب کا قلع قمع کر دیا۔

معروف میں نافرمانی نہ کرنے کا معاملہ تو اتنا طویل ہے کہ سب نیکیاں اس کے دامن میں آ جاتی ہیں، قرآن معروف ہے، سنت معروف ہے، سرکار علیہ السلام کی حیات طیبہ معروف ہے، اسلامی معاشرہ معروف ہے، اسلامی تعلیم معروف ہے، اسلامی سیاست معروف ہے، اسلامی جہاد معروف ہے غرضیکہ ہر وہ عمل معروف ہے جس کا تعلق اسلام کے کسی بھی مسئلہ سے بنتا ہے اسے مختصر کریں تو یوں کہہ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت، رسول رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع، لوگوں سے حسن سلوک اور شرع کی ہر ممنوعہ چیز سے اجتناب معروف ہے۔ کچھ مفسرین کا یہ فرمانا کہ معروف سے مراد مرنے والے کے غم میں بین کرنا، کپڑے پھاڑنا، بال نوچنا اور گریبان پھاڑنا وغیرہ سے روکنا ہے تو یہ صرف ایک پہلو ہے کیونکہ عورتیں اکثر ایسا کرتی ہیں۔ مگر وسعت قرآنی ان معنوں میں محدود نہیں ہے۔ البتہ سیّد کل علیہ السلام نے اس کے ساتھ یہ قید لگائی ہے کہ جس حد تک تمہاری ہمت وقوت ہو، یہ سن کر صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن بولیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے لئے ہماری جانوں سے بھی زیادہ مہربان اور رحیم و کریم ہیں یعنی سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اطاعت کو استطاعت سے وابستہ فرما دیا۔ اس ماحول میں آنکھیں کھولنے والی خواتین نے تاریخ پر انمٹ نقوش چھوڑے ہیں ایسی مثالی خواتین سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔

آیئے ایک ایسی ہی مثالی خاتون کا ذکر کریں۔

ایک بیعت کرنے والی مثالی خاتون

سیّدہ معاذہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ...... عبداللہ بن ابی کی لونڈی

جب دولت اسلام کے ساتھ دولت بیعت سے سرفراز ہوئیں تو آپ شہرہ آفاق اسلام دشمن عبداللہ بن ابی کی لونڈی تھیں۔ لونڈیاں ذاتی ملکیت ہوتی تھیں۔ نہ ان کا کوئی حق تھا نہ کوئی آواز، وہ تو گھر کے جانوروں کی طرح تھیں جب چاہا خرید لیا، جب چاہا بیچ دیا، جب چاہا مار مار کر چمڑا اُدھیڑ دیا، جب چاہا سر پر استرا پھرا دیا اور جب طبیعت آئی تو اسے شہوت رانی کی نذر کر دیا، اس کی مجال ہے کہ وہ بولے...... بھلا بے زبان چوپائے بھی لاٹھی کھا کر کبھی بولا کرتے ہیں؟

شہوت رانی کیلئے کسی کو پیش کرنا اور ان سے پیسے بٹورنا اور بچہ ہونے کی صورت میں اس بچے کو بیچنا بھی عام معمول تھا۔ عبداللہ بن ابی یہ دونوں منافع حضرت معاذہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے لینا چاہتا تھا عبداللہ کے پاس ایک قیدی تھا، عبداللہ کی خواہش تھی کہ معاذہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کی نفس پرستی کی بھوک مٹائے۔ ان کے انکار پر وہ انہیں بے تحاشا پیٹتا مگر معاذہ کو تو اسلام نے پارسائی کا سبق پڑھا دیا تھا بھلا وہ خود سپردگی کا کیسے شکار ہو سکتی تھی۔ عبداللہ اس قبیح حرکت سے ان سے بچہ پیدا کر کے فدیہ لینا چاہتا تھا۔

قرآن نے اس ظالمانہ معاشرے میں دنیائے کفر کو للکارا...... ارشاد ہوا، **ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء** (نور:۳۳) اپنی جوان (لونڈیوں کو) بدکاری کیلئے مجبور نہ کرو۔ اس خطاب نے مستقبل کے چہرے سے پردہ ہٹا دیا۔ پتا چلا کہ اب اسلامی معاشرہ ڈٹ جائے گا اور ان مظلوم خواتین کو تحفظ مہیا کریگا۔ قرآن نے یہ بھی بتایا کہ وہ ایسا قبیح فعل کیوں کرتے ہیں، **لتبتغوا عرض الحیوۃ الدنیا** (ایضا) تا کہ تم دنیوی کا کوئی مقصد پورا کرو۔ یعنی چند ٹکوں کیلئے ان کی غلامی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے تم ان کی چادر عصمت کو تار تار کر رہے ہو اب ایسا نہیں ہو سکے گا۔

آج تم معاذہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جسم کو پیٹ رہے ہو مگر کل کی معاذائیں پٹی نہیں جا سکیں گی۔ اب لونڈیاں نوجوان عصمت مآب خواتین (فتیاب) ہوں گی۔

جس کا دل ایمان سے بھر جاتا ہے وہ اپنی جان کو حرام سے بچاتی ہے۔ وہ بیشک کسی کی ملکیت میں ہو، غلامی کا پٹا اس کے گلے میں ہو، لیکن اسلام اسے فعل بد سے انکار کی جرأت عطا کرتا ہے اور اسد الغابہ میں عظیم مصنف ابن اثیر اس کی پاک دامنی، عفت وطہارت کی مثال پیش کرنے پر ناز کرتا ہے۔

وہ کلمہ توحید کا اعلان کرتی ہے اور شرک وکفر بھرے معاشرے کی بدکار عورتوں میں ایک مینار نور بن کر خواتین اسلام کو نور اسلام کی طرف بلاتی ہیں، اس راستے کی اذیتوں، چیرہ دستیوں، زیادتیوں اور مکاریوں کو پرکاہ کی حیثیت نہیں دیتی، معاشرہ اسے جس کی ملکیت سمجھتا ہے وہ اپنی عفت وطہارت بچانے کیلئے لونڈی ہوتے ہوئے اس کے مقابل آجاتی ہے۔ یہ ہے وہ عفاف و پاکدامنی جس پر اس کو ناز ہے اور جس کی پیروی عظمت نسوانیت کے ماتھے کا جھومر ہے۔

آج کے کچھ عبداللہ بن ابی کے بیٹے خاتون کو اسی راستے پر لے جانا چاہتے ہیں جس پر وہ معاذہ کو لے جانا چاہتا تھا۔ وہ چاہتے ہیں کہ وہ خطرے کی لائن کراس کرے، انسانیت سوز زیبائش کو اختیار کرے، لباس میں بے لباسی کو اپنائے، ایسے لباس پہنے جو جذبات کی دُنیا میں طوفان برپا کرے، جب جذبات کی دنیا بھڑک اٹھے تو وہ بے حیائی کو میدان عمل میں چھوڑ کر خود نئے شکار کی تلاش میں نکل جائیں۔ تقدس پامال ہو، عصمتیں برباد ہوں، حیا قصۂ پارینہ بن جائے، عفت کا نام مٹ جائے، پارسائی عنقا ہو جائے، شرافت کا جنازہ اٹھ جائے تو ابن ابی کی روحانی اولاد اپنی فتح کے شادیانے بجائے اور ھل من مزید کے گیت گائے، سال کی نئی رات میں اودھم مچائے۔

مگر کیا یہ ملت کی کامیابی ہے؟ اگر نہیں تو کسی معاذہ کی تلاش میں نکلئے، اسے عفت کا تاج پہنا کر ملت کی بیٹیوں کا قائد بنایئے تاکہ ملت کے اُجڑے گلشن پر باد بہاری چلے، ابر رحمت برسے اور گلشن ہستی پر رعنائی طاری ہو جائے۔

مزید مثالیں درکار ہوں تو ہند بنت عقبہ، اسماء اور حوا بنت یزید بن سکن اور ام رملہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہا کی حیاتِ مقدسہ ملاحظہ فرمائیں، دماغ معطر ہوگا اور دِل منور ہوگا۔

ہجرت اور اس کے تقاضے

راہِ خدا میں اپنے والدین، اولاد، اعزاء واقرباء، احباء ورفقاء، گھر بار اور جائیداد کو چھوڑ کر خالی ہاتھ کسی اور علاقے میں جا کر آباد ہونا جہاں کا ماحول اور جہاں کی بود و باش اور طرز زندگی تک کا پتا نہ ہو بے حد مشکل کام ہے۔ وہی لوگ اپنا گھر بار اور وطن چھوڑ سکتے ہیں جن کے سامنے کوئی عظیم نظریہ ہوتا ہے۔ مکہ مکرمہ سے جو خواتین و حضرات ہجرت کر کے پہلے حبشہ گئے اور بعد ازاں مدینہ طیبہ کا راستہ لیا وہ نظریاتی لوگ تھے اور اس نظریہ کے ساتھ مکہ میں وہ آزادی سے رہ نہیں سکتے تھے۔

سیّدِ کل علیہ السلام نے انہیں ہجرت کی اجازت مرحمت فرمائی تھی اور خود آخر میں ہجرت فرمائی تاکہ مسلمان آپ کے بعد شدید اذیت و کرب کا شکار نہ ہوں۔ خواتین نے بھی ہجرت کی۔ سیّدِ کل علیہ السلام کی صاحبزادی سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا کو شدید تکالیف سے دوچار کیا گیا۔ وہ زخمی حالت میں مدینہ طیبہ پہنچیں اور سرورِ عالم علیہ السلام سے زخمی کیفیت میں ملیں، سیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنہیں مستقبل میں اُمّ المؤمنین ہونے کا شرف ملنے والا تھا، اپنے بچے کو گود میں لئے اکیلی مدینہ کو چلیں۔ ایک نیک بخت انسان ان کیساتھ ہولیا اور کمال حفاظت سے انہیں قبا پہنچا کر کہا اس بستی میں آپ کے خاوند ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، انہیں تلاش کر لیں۔ یہ صاحب عثمان بن طلحہ تھے۔ ابھی اسلام نہ لائے تھے۔ حدیبیہ کے بعد اسلام لائے فتح مکہ سے پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے۔ فتح مکہ کے بعد حضور علیہ السلام نے انہیں اور ان کے چچازاد شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ کو چابیاں بیت اللہ کی عطا فرمائیں۔ خلافت فاروقی میں آپ اجنادین میں شہید ہوئے۔ (الروض الانف ۱/۲۸۵)

اسی طرح سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا پہلی مسلمان خاتون ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ پہنچیں۔ آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ حبشہ کی طرف بھی آپ ہی سب سے پہلے ہجرت کر کے گئیں۔ ان سے بچہ چھین لیا گیا، خاوند سے الگ کر لیا گیا، خاوند اور بچہ بھی جدائی کی کربناک اذیت میں مبتلا ہوئے۔ اسی طرح امّ سلمہ رضی اللہ عنہا ان مصائب سے کندن بن کر نکلیں۔ بے شمار صحابیات رضی اللہ عنہم نے ہجرت قبول کی، تکالیف برداشت کیں، وطن چھوڑا، اعزاء واقرباء سے جدا ہوئیں مگر دامن مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ ان سب کی زندگی مثالی ہے مگر ہم ان میں سے سیّدہ رملہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا کا خصوصی ذکر کریں گے۔

کون نہیں جانتا کہ اسلام لانے سے پہلے ابوسفیان حضور علیہ السلام کے شدید مخالف تھے۔ اسلام دشمنی ان کی زندگی تھی مگر اسی گھر کی صاحبزادی سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسلام لاتی ہیں۔ اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں، عزت و اکرام کو چھوڑتی ہیں اور اپنے خاوند عبیداللہ بن جحش کے ساتھ طویل سفر کرکے حبشہ کی سرزمین پر جا اُترتی ہیں جہاں اجنبیت ہے، مسافرت ہے، تنگ دستی ہے اور پھر خاوند بھی عیسائی ہوکر اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔

ایسی عورتیں تو تاریخ میں بے شمار ہیں جنہوں نے خاوند کی رضا کیلئے اپنے اعزاء اور وطن کو چھوڑ دیا مگر ایسی عورتیں ناپید ہیں جنہوں نے خاندان، وطن اور خاوند کو بھی مسافرت میں چھوڑ دیا ہو۔ یہ سیّدہ امّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کردار کا سنہری پہلو ہے۔

خاوند نے عیسائیت قبول کرنے کے بعد انہیں بھی عیسائی بنانے کی بھرپور کوشش کیں مگر جس دل میں مقام مصطفیٰ علیہ السلام تھا وہ کیسے اسلام چھوڑ سکتا تھا، اب حبشہ میں امّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کوئی بھی نہیں ہے مگر وہ اپنے وطن سے دُور خاوند کو ایک عیسائی ملک میں چھوڑ دیتی ہیں۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ پر بھروسے اور مصطفائے رحیم علیہ السلام سے محبت کا وہ شاہکار جس کی مثالیں شائد تاریخ انسانی میں بھی نہ ہونے کے برابر ہوں گی۔ تباہ کن اجنبیت ہے، بیوگی کے صدمات ہیں، تنہائی اور وحشت سے بھرپور دکھ اور آلام ہیں، حبشہ میں اگر چند مہاجرین مسلمان ہیں تو ان کے ساتھ صرف اور صرف عقیدے کا تعلق ہے۔ ادھر مکے میں دیکھیں تو ان کے والد مکہ کے سردار ہیں، ان کی بات کوئی رد نہیں کرسکتا، ان کی رائے سب مانتے ہیں لیکن محترمہ ان کی پناہ نہیں چاہتیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں صبر و شکر کے ساتھ رہ رہی ہیں۔ وہ سچی بھی ہیں اور مجاہدہ بھی ہیں پھر جس کا اللہ تعالیٰ ہو نہ اسے ابوسفیان کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ ہی دیارِ غیر کے بادشاہ کی، اللہ جیسا بھلا اور کارساز کون ہے اور اس کی ذات بابرکات سے بڑھ کر مددگار کون ہوسکتا ہے۔

یہ نمونہ ہے ہر مسلمان عورت کیلئے جس کا خاونداس کے نظریہ کو تباہ کرنا چاہے، جبراً اس کا عقیدہ بدلنا چاہے، اسے گناہ کی طرف دھکیلنا چاہے یا اسے انسانیت کے راستے سے ہٹانا چاہے، وہ اگر اسے ایسی زینت کی دعوت دے جو معصیت ہے تو خاتون اسلام انکار کردے گی، اسے راستے کا کھلونا بنانا چاہے تو وہ ایسی عورت سے منہ پھیر لے گی۔

بھلا ایسی محافل سے خاتون اسلام کا کیا کام، جہاں ناچ ہو، جہاں شراب کی فراوانی ہو، جہاں بے حیائی کا سیلاب ہو، جہاں فلموں کی قہرستانی ہو، جہاں عصمت و حیا کی قربانی ہو۔ وہ تو ایسے مواقع پر پلٹ کر امّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھے گی جو اپنی اکلوتی بیٹی حبیبہ کے ساتھ اجنبیت کے دِن گزار رہی ہیں، وہ وطن نہیں پلٹ سکتیں وہاں تو ان کے والد نبی رحمت علیہ السلام کے خلاف جنگ کی آگ بھڑکائے ہوئے ہیں۔

پھر کیا ہوا

ہوا بدلی، فضا بدلی ایک عرصہ گزرنے کے بعد ان کی تنہائی اور عزلت میں ایک لونڈی جسے نجاشی شاہ حبشہ نے بھیجا ہے، آکر دروازہ کھٹکھٹاتی ہے۔ وہ نجاشی کا پیغام لیکر آئی ہے پیغام یہ ہے کہ اپنا وکیل متعین فرمایئے جو آپکا نکاح عرب کے نبی علیہ السلام سے کرادے، انہوں نے پیغام نکاح بھیجا ہے۔

شام کو نجاشی کے محل میں مہاجر مسلمان اُمڈ آئے ہیں تا کہ وہ نکاح کی محفل میں شامل ہوسکیں۔ ہر طرف سے آپ کو مبارکبادیاں پیش کی جارہی تھیں، تحائف نچھاور ہورہے ہیں اور راہِ خدا کی مہاجرہ کی، ظلم کی ستائی، تنہائی کی ماری، غربت واجنبیت کی زخم خوردہ اُمّ المؤمنین کا تاج پہن لیتی ہیں ، اب وہاں مسلمانوں کی وہ ماں ہے، افلاک سے نالوں کا جواب آگیا ہے، ماضی ایک قصہ پارینہ بن چکی ہے، دل کے افق پر اُمیدوں کا سورج طلوع ہو رہا ہے جس کی شعاعیں مستقبل کی راہیں واضح کررہی ہیں۔ لیجئے وہ مدینہ طیبہ میں داخل ہورہی ہیں، محفل مزین ہیں۔ ان کے دل میں درد ہے کہ ان کا باپ ابھی تک نبی رحیم علیہ السلام کے خلاف جنگوں میں مصروف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ عسى الله ان يجعل بينكم و بين الذين عاديتم منهم مودّة (ممتحنہ:۷) قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان محبت پیدا فرمادے۔

وہ چاہتی ہیں اب اس وعدے کا عملی ظہور ہو، ابوسفیان آغوش اسلام میں آجائیں۔ مکہ فتح ہوگیا، ابوسفیان نے اسلام کا اعلان کردیا رحمت عالم علیہ السلام نے ابوسفیان کے گھر کو بھی دارالامان قرار دے دیا۔ سیّدہ رملہ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امّ المؤمنین سجدۂ شکر میں گرگئیں۔ آپ کا وصال مدینہ طیبہ میں اپنے بھائی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ حکومت میں ہوا۔

تیری نگاہ ناز نے بخشا جسے جلوہ وہی　　آسمان ملت بیضا کا تارہ ہوگیا

وہ تھی زندگی کی ابتداء یہ ہے اس کی انتہا جو کہ مہاجرہ امّ المؤمنین بن گئیں خاتونِ اوّل قرار پائیں، جن کے اعزاز کو کوئی دنیوی خاتون اوّل نہیں پاسکتی۔

مزید معلومات کی خواہش ہو تو محترمہ اسماء بنت عیس (زوجہ صدیق اکبر بعد وصال زوجہ حیدر) لیلیٰ بنت ابی حشمہ، شفاء بنت عبداللہ (معلّمہ سیّدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور فاطمہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالاتِ زندگی مطالعہ کئے جائیں۔

جہاد اور زندگی

جہاد زندگی کا لازم ہے۔ انسان دنیا میں آ کر مسلسل جہد میں مصروف رہتا ہے مگر یہ جہد اگر کسی ارفع و اعلیٰ مقصد اور کسی عظیم و مقدس نظریہ کیلئے ہو تو یہ جہاد ہے۔ نظریہ بچانے کیلئے بھی جہاد ہوتا ہے اور نظریہ پھیلانے کیلئے بھی جہاد ہوتا ہے۔ نظریہ پھیلانے میں ذاتی منفعت نہیں ہوتی بلکہ انسانیت کی بہترین مطلوب ہوتی ہے۔

جب انسانیت کی بہتری مقصد ہے تو یہ جہاد مقدس ہے اور اس راستے میں جان کی قربانی شہادت ہے۔ پھر جس نے یہ نظریہ دیا ہے اس کی رضا کا بھی اس سے حصول ہوتا ہے اور رضا کا پھل آخری دنیا میں سرخروئی ہے۔ اب وہ انعام واکرام کا مستحق ہے اور جنت اس کی متلاشی ہے۔ قربِ خداوندی کی بے پایاں مدارج اسے حاصل ہوں گے۔

عورت اصلاحِ معاشرہ کے جہاد میں، جہالت کے خلاف جہاد میں اور زندگی کے دیگر مسائل کے جہاد میں مرد کے دوش بدوش شریک عمل ہے تو کیا وہ میدان جنگ میں بھی ساتھ شامل ہے؟ اس کا جواب آگے مثالی عورتوں کے ذکر میں آ رہا ہے مگر آپ حضرت سیّدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذکر میں بھی کچھ پڑھ چکے ہیں اور سیرت و تاریخ کی کتابیں ایسے واقعات سے بھری پڑی ہیں کہ خواتین زخمیوں اور بیماروں کی خدمات میں مصروف تھیں اور جونہی ضرورت پیش آئی تو وہ دشمنوں پر پل پڑیں عموماً یہ بھی ہوا کہ خیموں کی لکڑیاں نکال لیں اور دشمنوں کی تاریخی مرمت کی۔ مجاہدات میں سے کسی ایک کا انتخاب بڑا مشکل مسئلہ ہے۔ ایک سے ایک بڑھ کر ہے اور یہ فخر بھی خواتین کو حاصل ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جس نے شہادت کا جام نوش کیا وہ ایک خاتون تھیں وہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ انہیں ابوجہل نے شدید اذیتوں سے شہید کیا تھا ان کی ٹانگیں دو اونٹوں سے باندھ دی گئی تھیں اور انہیں مختلف سمتوں میں دوڑا کر ان کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے تھے اور بعد میں جب ابوجہل جہنم کا ایندھن بنا تو رحمت عالم علیہ السلام نے جناب عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا آپ کی والدہ کا بدلہ ہو گیا۔

اسلام کی پہلی شہید یہی خاتون ہیں اور پہلی اسلام لانے والی بھی خاتون ہیں جو محسنۂ اسلام ہیں، جو امّ المؤمنین ہیں جنہیں لامکان سے اللہ تعالیٰ کے سلام آتے ہیں یعنی خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا۔

ہم ماضی کو دیکھتے ہیں اور پھر حال پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ایک حقیقت ہمیں بار بار اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ ہم بھی سوچیں کہ ہمارا کل کیا تھا اور آج کیا ہے؟ گریبان میں منہ ڈال کر ہمیں سوچنا ہوگا کہ اسلامی تاریخ میں ہمارا کیا حصہ ہے اگر کوئی حصہ نہیں تو پھر ہمیں اپنا حصہ ڈالنے پر غور کرنا ہوگا۔

ایک عظیم مجاہدہ نسیبہ امّ عمارہ بنت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ سب سے پہلے ہمیں بیعت عقبہ ثانیہ میں ستر افراد کے ساتھ بیعت نبوی کرتی نظر آتی ہیں۔ ان ستر افراد میں صرف دو عورتیں تھیں، ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی ہمشیرہ محترمہ۔ آپ اس خاندان کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ بیعت عقبہ ثانیہ میں ان کے ساتھ ان کے خاوند زید بن عاصم اور دو صاحبزادے حبیب اور عبداللہ بھی تھے۔ عبداللہ حدیث وضو کے راوی ہیں۔ حبیب کو مسیلمہ نے شہید کر دیا تھا، ان کی شہادت کا تذکرہ آگے آتا ہے۔

محترمہ نسیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دل شیر کا دل تھا، مروت جی میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، آزمائش میں صدق وصفا آپ کی گھٹی تھی۔ جھپٹنا اور دیرینہ کرنا آپ کی عادت مقدسہ تھیں۔ آغاز کار میں ان ستر حضرات کو امام المرسلین علیہ السلام نے فرمایا تھا:۔

انتم منی و انا منکم اسالم من سالمتم و احارب من حاربتم (مغازی ابن اسحاق ۹۰/۱۲ ابن جریر ۱/۲۷۳)

تم میرے میں تمہارا، جس سے تمہاری صلح اس سے میری صلح، جس سے تمہاری جنگ اسے میری جنگ۔

ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا احد، حدیبیہ، خیبر، عمرقضا حنین اور یمامہ میں شریک تھیں۔ آپ کا ایک ہاتھ کٹ گیا تھا، حضور علیہ السلام سے کئی احادیث سماعت فرمائیں۔

سیّدہ نسیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بقول ابن سعد میدان احد کا واقعہ بذات خود یوں بیان فرماتی ہیں...... میں دن کے ابتدائی حصے میں احد کی طرف نکلی بھلا دیکھوں لوگ کیا کر رہے ہیں، میرے پاس پانی کا مشکیزہ بھی تھا۔ میں جب پہنچی تو رحمت عالم علیہ السلام کو صحابہ کے جھرمٹ میں پایا، معلوم ہو رہا تھا کہ مسلمانوں کی دھاک جمی ہوئی ہے مگر تیر اندازوں کی غلطی سے مسلمان تو بکھر گئے اور میں شمشیر بکف سیّد کل علیہ السلام کے دفاع کیلئے آپ کی طرف چلی گئی۔ میں تیر بھی برسا رہی تھی، مجھے زخم بھی آگئے۔

اُم سعید بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا، جو اس واقعہ کو بیان کرنے والی ہیں...... نے ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس گہرے زخم کے متعلق پوچھا جو ان کے کندھے پر لگا تھا تو انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا، لوگوں کے بکھر جانے کے بعد ابن قمیہ چنگھاڑتا نبی رحمت علیہ السلام کی طرف بڑھا وہ کہہ رہا تھا مجھے بتاؤ...... سیّد کل محمد (علیہ السلام) کدھر ہیں، اگر آج وہ بچ جائیں تو میری زندگی کا کیا فائدہ۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کچھ اور لوگ اور میں خود بھی اس کی طرف لپکے۔ اس نے مجھے تلوار ماری...... ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ زخم اس تلوار کا ہے جو دفاع مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مجھے لگی تھی۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی شاندار الفاظ میں آپ کا تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان کے بھائی عبداللہ بدری ہیں، انہوں نے بڑے کارنامے سرانجام دیئے ہیں، ان کا ہاتھ بھی جہاد میں کٹ گیا تھا۔

واقدی کا بیان ہے، احد میں اپنے خاوند اور پہلے خاوند سے دونوں بیٹوں سمیت حاضر تھیں۔ مشکیزہ لئے لوگوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ جنگ میں بھرپور حصہ لیا، آزمائش میں پوری اتریں، انہیں احد میں بارہ زخم آئے۔

بقول ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتی ہیں، میں نے سیّدِ کل علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ فلاں اور فلاں سے تو آج نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا کا مرتبہ و مقام ارفع و بہتر ہے۔

بقول ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں پوری شدت سے جہاد میں مصروف تھیں اپنی کمر ایک کپڑے سے کس رکھی تھی، میدان میں انہیں تیرہ زخم آئے تھے۔ فرماتی ہیں میں دیکھ رہی تھی کہ ابن قمیہ میرے کندھے پر وار کر رہا ہے، کندھے کا یہ زخم سب زخموں سے بڑا تھا، سال بھر وہ اس کی دوائیں کرتی رہیں۔ سیّدِ کل علیہ السلام نے حمراء الاسد کی طرف چلنے کا اعلان کرا دیا تو انہوں نے زخم کو باندھا مگر اس سے رِستا خون بند نہ ہو سکا...... مزید برآں ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی زبان سے واقعہ کی یوں عکاسی کرتی ہیں۔

میں نے دیکھا کہ سیّد الانبیاء علیہ السلام کے اردگرد سے لوگ چھٹ گئے ہیں، دس سے بھی کم افراد وہاں رہ گئے تھے۔ میں، میرے دونوں بیٹے اور میرا خاوند سرکار کریم علیہ التسلیم کے دفاع میں مصروف ہو گئے لوگ تو شکست کھا رہے تھے، سرکار علیہ السلام نے ملاحظہ فرمایا کہ میرے پاس ڈھال نہیں ہے آپ نے دیکھا کہ ایک شخص پیٹھ پھیرے جا رہا ہے مگر اس کے پاس ڈھال ہے۔ آپ نے اسے فرمایا ڈھال کسی لڑنے والے کی طرف پھینک دے اس نے ڈھال پھینک دی میں نے اٹھالی، اب میں ڈھال کو استعمال کرنے لگ گئی، ہمیں تو گھڑ سوار بہت تنگ کر رہے تھے اگر وہ بھی ہمارے طرح پیادہ ہوتے تو ہم انہیں مزا چکھا دیتے۔

ایک شاہسوار آگے بڑھ کر مجھ پر تلوار چلانے لگا میں نے ڈھال کو مہارت سے استعمال کیا۔ اس سے کچھ نہ بن پڑا وہ پلٹا تو میں نے اس کے گھوڑے کی کونچ کاٹ دی، وہ پشت کے بل گرا، سرکار کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے ماں کا خیال کرو ماں کا خیال کرو، میرے بیٹے نے میرے ساتھ تعاون کیا، میں نے اسے موت کی وادی میں اتار دیا۔ اس بہادر ماں کے صاحبزادے جناب عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں، میں زخمی ہو گیا، خون رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا زخم پر پٹی باندھ لے، اتنے میں میری والدہ تشریف لائیں ان کے ازار بند میں پٹیاں بندھی ہوئی تھیں انہوں نے میرا زخم باندھ دیا۔ سرکار کریم علیہ السلام ہمارے پاس ہی کھڑے تھے فرمایا اٹھ کافروں سے جنگ لڑ، ارشاد فرمایا، ام عمارہ جو آپ کر سکتی ہیں کوئی اور نہیں کر سکتا۔ اتنے میں وہ شخص سامنے آ گیا جس نے عبداللہ کو تلوار ماری تھی۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا، اس نے آپ کے بیٹے کو تلوار ماری ہے۔ ام عمارہ نے اس کا راستہ روکا اس کی پنڈلی کاٹ دی وہ چوتڑوں پر گھسٹ رہا تھا، سرکار علیہ السلام اس حد تک ہنسے کہ آپ کی ڈاڑھیں ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے دیکھ لیں۔ ارشاد ہوا، ام عمارہ! آپ نے بدلہ لے لیا۔ اب ہم ٹانگ کٹے پر پل پڑے اور اس کا خاتمہ کر دیا۔ سیّدِ کل علیہ السلام نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس ذات اقدس نے آپ کو فتح سے ہمکنار کیا۔ ابن سعید نے اس واقعہ کی مزید تفصیلات بھی ذکر کی ہیں۔

سرکار علیہ السلام نے ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے دونوں شہزادوں کیلئے جو دعا فرمائی، اسے امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے انکے بیٹے عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی واقعہ کے ساتھ یوں بیان کیا ہے۔ میں احد میں حاضر تھا جب لوگ بکھر گئے تو میں اور میری امی سرکار علیہ السلام کا دفاع کرنے لگ گئے۔ آپ نے فرمایا، ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیٹا ہے؟ میں نے عرض کیا جی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد ہوا تیر چلاؤ، میں نے آپ کے سامنے ایک آدمی کو پتھر مارا وہ گھوڑے پر سوار تھا پتھر گھوڑے کی آنکھ میں لگا، گھوڑا بیقرار ہوا اور سوار سمیت گر گیا۔ میں نے سوار پر پتھروں کی بارش کر دی، حضور علیہ السلام یہ منظر دیکھ کر مسکراتے رہے۔

حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے میری والدہ کے کندھے پر زخم دیکھا تو فرمایا، ماں پر توجہ دو، ان کا زخم باندھو،......اے اللہ! ان لوگوں (ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاندان) کو جنت میں میرا رفیق بنا......فرماتی ہیں پھر دنیا کی تکالیف کی مجھے کیا پرواہ ہے۔

یہ ہیں ام عمارہ سیّدہ نسیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنہوں نے دین کا جھنڈا اٹھایا، اللہ کے محبوب علیہ السلام کا دفاع کیا، احد میں بارہ زخم کھائے، مدینہ میں آئیں تو وہ زخم باقی تھے۔

خلفائے راشدین کے دِلوں میں اس سراپا جہاد خاتون کا بڑا مقام تھا۔ اپنی خلافت کے دَوران میں سیّدنا صدِیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں ملنے آتے تھے اور ان سے مختلف باتیں پوچھتے تھے، لوگوں سے انکی عافیت بھی پوچھتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں ان کے دورِ خلافت میں نفیس چادریں آئیں تو انہوں نے آپ کی خدمت میں ایک چادر بھیجی۔

زمانہ اپنی چال اور حضرت عمارہ رضی اللہ عنہا اپنی چال چل رہی تھیں صلح ہو یا جنگ ہو ہر حال میں اپنے فرائض سرانجام دے رہی تھیں، وہ دیکھو بیعت رضوان میں درخت کے سائے کے نیچے وہ شہادت پر سرکار کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے بیعت کر رہی ہیں۔

مسیلمہ سے جہاد اف یہ امتحان

رحمت للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے ہیں۔ مسیلمہ میدان میں آنا چاہتا ہے۔ مسلمان سامنے آتے ہیں۔ ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صاحبزادے حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی گرفت میں آجاتے ہیں وہ طرح طرح کی اذیتیں انہیں دیتا ہے مگر اس کی شدتوں کو حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کاہ کی حیثیت بھی نہیں دیتے۔ ان کے صبر و شہامت کے سامنے مسیلمہ کا کوئی حربہ بھی کامیاب نہیں ہوتا۔ وہ پوچھتا ہے کیا تم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اللہ کا رسول مانتے ہو؟ حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، بیشک وہ اللہ کے رسول ہیں، وہ کہتا ہے کیا آپ شہادت دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ آپ فرماتے ہیں مجھے یہ سننا بھی گوارا نہیں ہے۔ وہ حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم کاٹنے لگ جاتا ہے اور آپ شہید ہو جاتے ہیں۔

نسیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نصیب اللہ اللہ

نسیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے بیٹے کی شہادت کی اطلاع ملتی ہے وہ نذر مانتی ہیں کہ وہ غسل فرض ہونے سے پہلے مسیلمہ کا کام تمام کردیں گی۔ یمامہ کا معرکہ ہے اور ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بیٹے عبداللہ سمیت میدانِ جہاد میں ہیں۔ ان کی بھرپور خواہش ہے کہ مسیلمہ ان کے ہاتھوں جہنم جائے مگر تقدیر چاہتی ہے کہ مسیلمہ کا قاتل حبیب رضی اللہ عنہ کا ماں جایا سگا بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ ہو، خالد قائد ہیں ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہاتھ کٹ گیا ہے وہ تو مسیلمہ کو مارنا چاہتی ہیں یا خود شہید ہونا چاہتی ہیں۔ کسی رکاوٹ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جب قریب پہنچتی ہیں تو وہ دیکھتی ہیں لعین قتل ہو چکا ہے اور آپ کا صاحبزادہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقتول کے کپڑوں سے اپنی تلوار صاف کر رہا ہے۔ ماں پوچھتی ہے بیٹا! آپ نے اسے مار دیا ہے؟ بیٹا عرض کرتا ہے جی وہ ختم ہوگیا ہے۔ ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا **اللہ تعالیٰ** کیلئے سجدۂ شکر ادا کرتی ہیں۔

مورخین بیان کرتے ہیں کہ مسیلمہ کے قتل میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معاونت وحشی قاتل حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمتیں اور اس کی عظیم رضائیں محترمہ نسیبہ ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر چھائی ہوئی ہیں اور چھائی رہیں گی وہ ایک عظیم مجاہدہ ہیں، ان کا کردار مثالی ہے اور مسلمان خواتین کیلئے وہ قدوہ ہیں۔

گلشن مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ایسے لاتعداد پھول ہیں۔ بھلا تاریخ ہند بنت عمرو بن حرام کو کیسے بھول سکتی ہے کہ ان کے خاوند عمرو بن جموع ان کے صاحبزادے خلاد اور ان کے بھائی عبداللہ شہید ہو جاتے ہیں۔ سیّدہ عائشہ سلام اللہ علیہا راستے پر مل جاتی ہیں، پوچھتی ہیں کوئی خبر ہے تو بتاؤ وہ عرض کرتی ہیں آقا صلی اللہ علیہ وسلم بخیر وعافیت ہیں، ان کے ہوتے ہوئے کوئی مصیبت مصیبت نہیں ہاں میرا خاوند اور میرا بھائی شہید ہوگئے ہیں۔ ادھر سرکار علیہ السلام فرماتے ہیں وہ تینوں جنت کے ساتھی ہیں۔ کیا شان ہے نہ دل میں اضطراب ہے نہ آنکھ میں آنسو، جہاں ایمان ہے وہاں حزن واندوہ کیوں آئے۔ وہاں تو ایمان کی رعنائی ہے اور شوق شہادت کی جلوہ سائی ہے۔ خاوند لنگڑا ہے، بچے کہتے ہیں آپ معذور ہیں، وہ اپنے آقا علیہ السلام سے خصوصی اجازت لے کر جاتے ہیں۔ عرض کرتے ہیں شہادت کے بعد میں اس لنگڑے پاؤں سے جنت میں جاؤں گا۔ شہادت کے بعد اس کے کریم آقا نے فرمایا وہ جنت میں چلا گیا لیکن اس کا پاؤں تو اب ٹھیک ہے، لنگڑا نہیں۔ ان ایمان بخش واقعات سے آگے بڑھیں۔ خاتون اسلام ایک اور جہاد میں مصروف ہیں۔ یہ زخمیوں اور مریضوں کیلئے جہاد ہے یہ جہاد خدمت ہے یہ ہر کہ ومہہ کا کام نہیں۔ میدانِ جنگ میں مجاہدین کو سنبھالنا جان جوکھوں کا کام ہے، کوئی دشمن مار سکتا ہے، بم کا کوئی ٹکڑا جسم کو کاٹ سکتا ہے، گولیاں جسم کو چھلنی کر سکتی ہیں، زخمیوں کی کثرت ان کے کٹے پھٹے جسم دیکھنے کی ہمت پیدا کرنا کوئی آسان بات نہیں مگر مسلمان عورت میدانِ جنگ میں کل بھی ڈٹی ہوئی تھی آج بھی ڈٹی ہوئی ہے۔ اس کے چہرے پر خوف نہیں، اداسی نہیں، گھبراہٹ نہیں، وہ انسانیت کی خدمت میں مگن ہے۔ آیئے ایک نمونہ ملاحظہ کرتے چلیں۔

ڈاکٹر مثالی مجاہدہ امیہ بنت قیس غفاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے قبیلے سے ہیں۔ نوعمری میں ہی کشاں کشاں اسلام کی طرف لپکیں۔ امام انسانیت علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دی تو عمر صرف چودہ سال تھی۔

انہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ اسی عمر میں سیّدِ کل علیہ السلام کے ساتھ غزوۂ خیبر میں شریک ہوئیں اور سرکار علیہ السلام نے کرم نوازی فرماتے ہوئے انہیں اپنے اونٹ پر پیچھے بٹھالیا، انہیں عزت بخشی، سرکار علیہ السلام نے انہیں ایک ہار عطا فرمایا وہ ہمیشہ ان کے گلے میں رہتا۔ وصیت کی کہ موت کے بعد بھی میرے گلے میں ڈالا جائے، ان کی وصیت پوری کی گئی۔ یہ قلادہ قیامت کے دن بھی ان کے گلے میں ہوگا اور جنت میں اسے ساتھ لے کر جائیں گی۔ دعوتِ اسلامی بھی تھی اور ساتھ ہی ساتھ زخمیوں، بیماروں اور پریشان حال لوگوں کی میدان جنگ میں خدمت بھی فرماتی جاتی تھیں۔

آیئے ان کے بارے میں سیرت ابن ہشام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کچھ حالات بھی معلوم کرتے چلیں۔ وہ خود یوں اپنے بارے میں ارشاد فرماتی ہیں...... میں قبیلہ غفار کی کچھ خواتین کے ساتھ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئی، ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم خادمائیں آپ کے ساتھ میدان جہاد میں جانا چاہتی ہیں تاکہ خیبر میں ہم زخمیوں کی مرہم پٹی کرسکیں اور تاحدامکان مسلمانوں کی خدمت بھی کریں۔ یہ سن کر سیّدِ کل علیہ السلام نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی برکت کیساتھ۔ پھر ہم آپ کے ساتھ شہر سے نکلیں۔ میں نوخیز سی لڑکی تھی حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اپنا ردیف بنایا، میں کجاوے کے پیچھے بیٹھ گئی، میں نے اترتے وقت لکڑی پر کچھ خون لگا دیکھا، مجھے پہلے دفعہ خون آیا تھا، میں شرم کے مارے اونٹنی کے ساتھ سکڑ کر چھپنے لگ گئی حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے میری یہ حالت ملاحظہ فرمائی اور لکڑی پر نگاہ پڑی تو فرمایا غالباً تو حیض میں مبتلا ہوگئی ہے میں نے عرض کیا ایسا ہی ہوا ہے۔ ارشاد ہوا، اپنے آپ کو سنبھال، ایک برتن میں پانی لے اس میں نمک ڈال لے پھر لکڑی کو اس سے دھولے تاکہ خون ختم ہوجائے پھر سوار ہوجا۔

جب خیبر فتح ہوگیا تو حضور علیہ السلام نے مال فیء سے کچھ حصہ ہم خواتین کو بھی عطا فرمایا۔ یہ ہار لیا جو آپ میری گردن میں دیکھ رہے ہیں آپ نے مجھے عطا فرمایا اور خود اپنے مبارک ہاتھوں سے میرے گلے میں ڈالا۔ قسم بخدا میں کبھی اسے اپنے آپ سے الگ نہیں کروں گی۔

واقعہ کی روایت کرنے والی خاتون کہتی ہیں، ہار موت تک ان کے گلے میں رہا پھر وصیت کی اسے قبر میں ان کیساتھ دفن کیا جائے، وہ جب بھی حیض سے پاک ہوتیں نمک پانی میں ملاتیں یہ بھی وصیت کی کہ مرنے کے بعد غسل کیلئے جو پانی استعمال ہو اس میں بھی نمک ملائیں۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا، حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک موقع پر نمک ملانے کا حکم دیا تو ساری زندگی اس پر عمل پیرا رہیں اور جس ہار کو سرکار علیہ السلام نے ان کے گلے میں ڈالا وہ قبر میں ساتھ لے گئیں۔ یہ ہے وہ محبت جس کی ایمان تقاضا کرتا ہے۔

میدان جنگ میں زخمیوں کو پانی پلا رہی ہیں، مرہم پٹی کر رہی ہیں اور لشکر اسلام کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہیں اور عمر صرف چودہ سال ہے۔

ادھر دیکھیں رفیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسجد نبوی میں خیمہ لگائے زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہی ہیں۔ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہیں، آپ فرماتے ہیں اسے رفیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خیمے میں رکھو تا کہ یہ قریب ہوں اور میں ان کی تیمارداری کرسکوں۔

مشہور شاعر احمد محرم نے اپنے دیوان الالیازۃ الاسلامیہ میں ان پر ایک قصیدہ لکھا ہے۔ تین شعر آپ بھی ملاحظہ فرمائیں ۔

رُفیدہ! علمی الناس الحسنانا	......	اے رفیدہ! لوگوں کو نرم دلی سکھا دے
وزیدی قومك العالین شانا	......	اپنی بلند مرتبہ قوم کی اور شان بڑھا دے
خذی الجرحی الیك فاکرمیهم	......	زخمیوں کو اپنے پاس لے جا اور انہیں عزت بخش
و طوفی حولهم آناً فاناً	......	اور لحہ بہ لحہ ان کے ہاں چکر لگاتی رہ
و إن هجع النیام فلا تنامی	......	اگر زخمی کراہیں تو سو نہیں
عن اصوت المردد حیث کانا	......	جہاں سے آواز آئے ادھر پہنچ

زمانہ تو گزر گیا مگر مسجد نبوی کے اس خیمے کی عظمتیں آج بھی انسانیت سے خراج عقیدت وصول کر رہی ہیں۔

ایسا ہی خیمہ محترمہ کعیبہ بنت سعد اسلمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی مسجد نبوی میں لگا رکھا ہے۔ یہ بھی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاج میں شریک تھیں، ہاں فرق یہ ہے کہ باقی خواتین دورانِ جہاد یہ خدمت بجالاتی تھیں مگر یہ محترمہ ہر وقت خدمت انسانیت میں مصروف بیماریوں کے خلاف جہاد فرماتی رہتی تھیں۔

خیبر میں ان کے خدمات کو یوں شرف قبولیت ملا کہ رحمت للعالمین علیہ السلام نے مجاہد مرد کے برابر حصہ عطا فرمایا۔

آج مسلمان ڈاکٹر خواتین اور ملت کی خدمت میں مگن ور کرز جتنا ان پر فخر کریں کم ہے۔ یہ ہمارے ماضی کا درخشاں ستارہ ہیں۔

علم کی برکات

افراد جب علم کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں تو ماحول میں وہ عزت پاتے ہیں، ان کی رائے کا احترام ہوتا ہے، ان سے مشورے لیتے ہیں، طلباء ان کے پیچھے گھومتے ہیں، وہ فضاؤں پر چھا جاتے ہیں، ان کی زبان موتی لٹاتی ہے، ان کا قلم گلشن اگاتا ہے، ان کے نظریات بہاریں لاتے ہیں۔

اور جب کوئی قوم علم کا تاج سر پہ رکھ کر میدان عمل میں اترتی ہے تو زمین اس کے سامنے سکڑ جاتی ہے، بے علم قومیں ان کی غلام بن جاتی ہیں، سمندر ان کے مطیع ہو جاتے ہیں، ہوائیں انہیں اڑائے پھرتی ہیں، زمین اپنے خزانے ان کے سامنے اگل دیتی، سمندروں کی تہیں ان پر دولت کی بارشیں کرتی ہیں، وہ خدا کی مخلوق کی بلاشرکت غیرے حاکم بن جاتے ہیں۔ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑی پتے کی بات ارشاد فرمائی ہے کہ علم نتواں خدارا شناخت علم کے بغیر خدا کو نہیں پہچان سکتے۔ دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان علم ایک شاندار رابطہ ہے۔

اسلام نے اسی لئے علم کے حصول پر بھرپور توجہ دینے کی شدید تاکید فرمائی، قرآن نے فرمایا، لا یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون علم والے اور بے علم برابر نہیں ہیں۔ نبی رحمت علیہ السلام نے فرمایا، طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ علم کی طلب ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے۔ نیز ارشاد ہوا، أطلبوا العلم و لو کان باصین علم تلاش کرو خواہ چین میں ہو۔

صفحات تاریخ گواہ ہیں کہ ابتدائے اسلام میں خواتین علم کی فضیلت سے مزین تھیں اور ان کے علم سے بے شمار مرد اور لاتعداد خواتین بہرہ ور ہوئیں۔ اس دور کی خواتین نے قرآن حکیم کے حصول کے بعد اسلام کے دوسرے ماخذ حدیث شریف سے عظیم اکتساب فیض کیا اور آگے چل کر لاتعداد خواتین و حضرات نے ان سے قرآن و حدیث کا فیض پایا۔ طبقات میں علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایسی سات سو عورتوں کا ذکر فرماتے ہیں جنہوں نے محبوبِ خدا علیہ السلام سے حدیث شریف کی روایت کی ہے اور علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو اپنی عظیم کتاب الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں ایک ہزار پانچ سو تینتالیس خواتین پر نوٹ لکھتے نظر آتے ہیں اور ان کے علم و فضل کے ساتھ ان کی ثقافت کا بھی برملا اعلان فرماتے ہیں۔

یہ خواتین قرآن وسنت کے ساتھ ساتھ فقہ، لغت اور دیگر علوم کی کئی اقسام میں زبردست ماہر تھیں۔ اس سے بڑھ کر اس کا اور ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۷۴۸ھ نے جو بڑے معتبر اور ثقہ محدث میں اپنی کتاب میران الاعتدال رجال حدیث کی جانچ پڑتال کیلئے لکھی اور چار ہزار محدثین کو متہم قرار دے کر متروک فرمایا اور یہ شہرہ آفاق جملہ بھی تحریر فرمایا، عورت کی ایک اور عظمت۔

و ما علمت من النّساء من اتهمت والا من ترکوها (ج ۳، ص ۳۹۵)

مجھے کسی ایسی عورت کا علم نہیں ہے جس پر کوئی (جھوٹ وغیرہ کی) تہمت ہو یا محدثین نے اسے متروک قرار دیا ہو۔

اس طویل عرصہ میں جو سیّدہ عائشہ سلام اللہ علیہا سے لے کر دورِ حاضر تک پھیلا ہوا ہے گو سب سے بڑھ کر حدیث عورتوں کے دِلوں میں محفوظ رہیں اور ان کی زبانوں سے روایت ہوتی رہی۔

آپ حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۵۷۱ھ کو لیں۔ یہ روایت حدیث میں بہت زیادہ ثقہ اور بہت زیادہ سچے ہیں۔ قوم نے انہیں حافظ اُمت کا لقب دیا ہے، ان کے اساتذہ وشیوخ میں اسّی سے زیادہ خواتین شامل ہیں۔ (طبقات الشافعیہ ۴/۲۷۳)

کیا کسی زمانے میں یا کسی قوم میں کسی نے سنا یا ملاحظہ کیا کہ اساتذہ میں اسّی سے زیادہ خواتین شامل ہوں یہ بھی یاد ہے کہ وہ ابتدائی علوم نہیں پڑھا رہی تھیں بلکہ اس دور کے انتہائی علوم کا درس دے رہی تھیں...... سچ ہے ۔

لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

آیئے دورِ اوّل کی اس باکمال، پاک طینت، مجسمہ حیاء پر دور کی خواتین کی رہنما، بے مثل عالم اور باعظمت حافظ کا ذِکر کریں۔

پیکر علم خاتون اُمّ المؤمنین سیّدہ طاہرہ عائشہ سلام اللہ علیہا

آپ کے اعمال جلیل، علم اصیل اور فضائل بے مثیل سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں جنہیں پڑھنے سے دِلوں پر جلال اور روحوں پر تعجب کا نزول ہوتا ہے۔

بھلا سیّدہ عائشہ سلام اللہ علیہا کی ذات میں یہ علم، یہ ثقافت، یہ بصیرت فہم اور حدیث میں مرجع صحابہ وعوام ہونے کی یہ عظیم صلاحیت کیوں پیدا نہ ہو جبکہ وہ علوم کے مبلغ سیّد کل علیہ السلام کی شریک حیات ہیں اور قرآن وسنت کے علمبردار، اُمت کے امام اوّل سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لختِ جگر ہیں۔

کم عمری میں مدرسۂ نبوی میں داخل ہوئیں اور نو سال تک رحمۃ للعالمین علیہ صلوات ربّ العالمین سے قرآن وسنت اور دیگر علوم کا درس لیا۔ جب ان کے قائد علیہ السلام حیات جاودانی کی طرف رجعت فرما ہوئے تو آپ نابغۂ روزگار اور مینارۂ نور بن چکی تھیں جس کی روشنی میں جہاں راہ گیر تھا، یہ امور دین سمجھا رہی تھیں، علم کا مرجع تھیں، فقہاء کا ماویٰ اور محدثین کا ملجا تھیں۔ ان کے علم کی موسلا دھار بارش کشت اسلام پر برس رہی تھی، ان کی روایتِ شعری اور حکایت لغوی سے ایک جہاں سیراب ہو رہا تھا۔

مسند امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی چھٹی جلد اتنی فاضل خواتین اور ان کے بیٹوں کے ناموں سے پُر ہے کہ چند صفحے ہی باقی لوگوں کیلئے رہ گئے ہیں مگر آپ کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ان سب کی لیڈر اور راہنما سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، طبقات محدثین کی باقی کتابوں کا بھی یہی حال ہے۔

سیر اعلام النبلاء میں امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے تعارفی نوٹ (ترجمہ) میں ارشاد فرماتے ہیں، وہ امام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، خلیفۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو بکر عبداللہ بن ابو قحافہ کی صاحبزادی ہیں ان کی والدہ کا اسم گرامی ام رومان بنت عامر ہے، والدین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہجرت میں ساتھ تھے، سیّدہ صدیقہ خدیجہ سلام اللہ علیہا کے وصال کے بعد ہجرت سے چند ماہ پہلے نکاح فرمایا تھا اور غزوہ بدر سے واپس آ کر شوال میں آپ کی رُخصتی ہوئی تھی۔ آپ نے حضور علیہ السلام سے کثیر، پاکیزہ اور مبارک علم روایت فرمایا، مزید برآں انہوں نے اپنے والد گرامی، فاروق اعظم، سیّدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی اور محترمہ جذامۃ بنت وہب سے بھی روایت فرمائی۔ آپ کا وصال تریسٹھ سال اور کچھ ماہ کی عمر میں ہوا۔

خصوصی نوٹ...... ہم سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات وکمالات کے اختتام پر نکاح رُخصتی یعنی زفاف کے بارے میں عام رِوایات سے ہٹ کر آپ کی عمر مبارک پر تفصیلی بحث کریں گے تا کہ ان اعتراضات کا قلع قمع کیا جاسکے جو مستشرقین نے ہماری تاریخ لغزش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کیے ہیں...... اللہ تعالیٰ سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دفاع کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

آپ کا اسلام اور محبت رسول علیہ السلام

آپ کی ولادت سے پہلے آپ کے والدین اسلام کی آغوش میں آچکے تھے لہٰذا آپ نے اسلام میں ہی آنکھ کھولی۔ خود فرماتی ہیں، مجھے شعور آیا تو میں نے والدین کو دین حق پر پایا۔ آپ بڑی با رُعب اور خوبصورت تھیں اسی بنا پر آپ کو حمیراء کا لقب ملا۔ ازواج مطہرات میں صرف آپ کنواری تھیں اور نبی رحمت علیہ السلام کو آپ سے بے حد محبت تھی۔

حضرت عمرو بن عاص (۸ ھ میں ایمان لائے) نے حضور ختمی مرتبت علیہ السلام سے پوچھا، یا رسول اللہ سلام اللہ علیک! کون سی عورت آپ کو سب سے بڑھ کر محبوب ہے تو ارشاد ہوا عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)۔ انہوں نے پوچھا، مردوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب ہے تو ارشاد ہوا، ان کے والد یعنی صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث پر یہ تعلیق لکھی ہے کہ یہ حدیث ثابت ہے خواہ روافض کو ناگوار ہو اور یہ تو واضح بات ہے کہ سرکار علیہ السلام طیب وطاہر سے ہی محبت فرماتے ہیں۔ اخوت اسلامی کے ساتھ سرکار علیہ السلام کے اس ساری اُمت سے دل پسند خلیل حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں۔ (کتب حدث)

اب جن سے سرکار علیہ السلام کی محبت ہے ان سے کوئی مؤمن بغض رکھے تو وہ اللہ تعالیٰ اور رسول رحیم کا مبغوض ہے۔

عمل صحابہ

سرکار علیہ السلام کی رضا چاہنے کیلئے صحابہ اپنے ہدایا اس روز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر بھیجتے۔ جب ان کے گھر حضور علیہ السلام ان کی نوبت پر تشریف فرما ہوتے۔ ازواج مطہرات چاہتی تھیں کہ یہ ہدایا ان کی نوبت پر بھی آیا کریں تا کہ وہ بھی حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے فیض سے بہرہ ور ہوں اور آپ کی خدمت اچھے انداز سے ان ہدایا کے ذریعے سرانجام دیں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی یوں نقل کرتے ہیں میری سب سہلیاں (اُمہات المومنین رضی اللہ عنھن) حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں گئیں اور ان سے کہا کہ لوگ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دن کی تلاش میں رہتے ہیں، ہمیں بھی تو کچھ مال درکار رہتا ہے جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اسکی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا آپ ہم سب کی طرف سے سیّد البشر علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں عرض کریں کہ لوگوں کو فرمایا جائے کہ آپ اپنے جس گھر میں بھی ہوں لوگ وہیں اپنے ہدیئے بھیجا کریں، سیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ نے خدمت میں عرضداشت پیش کی مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا۔ انہوں نے دوبارہ بات کی تو بھی آپ خاموش رہے، جب تیسری دفعہ انہوں نے بات دہرائی تو امام الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا، اے امّ سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! آپ مجھے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بارے میں تکلیف نہ دیں قسم بخدا آپ سب میں سے صرف میں عائشہ کے لحاف میں (یعنی ان کے ساتھ) ہوتا ہوں تو مجھ پر وحی نازل ہوتی رہتی ہے اور کسی کے لحاف میں وحی نازل نہیں ہوتی۔ (شیخین) نیز حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ علیہ السلام سے یہ حدیث بھی نقل کی ہے، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عورتوں پر اسی طرح افضل ہیں جس طرح ثرید سب کھانوں پر افضل ہے۔ (شیخین)

نو فضیلتیں

عائشہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود فرماتی ہیں کہ مجھے وہ نو فضائل ملے ہیں جو سیّدہ مریم بنت عمران علیہا السلام کے بعد کسی خاتون کو نہیں ملے۔

۱......حضرت جبریل علیہ السلام اپنے ہاتھ میں میری تصویر لائے اور سرکار علیہ السلام کو مجھ سے شادی کرنے کی درخواست کی۔

سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس واقعہ کی طرف اشارہ فرما رہی ہیں اس کی تفصیل کتب حدیث میں یوں ہے......رسول خدا علیہ السلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا، مجھے خواب میں تین راتیں آپ دکھائی گئیں آپ کو شاندار ریشمی پردے میں جبریل علیہ السلام لائے اور مجھے کہا، یہ آپ کی بیوی ہیں۔ میں نے پردہ ہٹایا تو اس ریشمی پردے میں آپ تھیں۔ میں نے کہا اگر یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے تو وہ ذات اقدس اسے پورا فرمادے گی۔ (سیرۃ النبلاء امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ترمذی کے الفاظ کا ترجمہ یوں ہے......آپ کی تصویر جبریل سبز ریشم (کے پردے) میں لائے اور عرض کیا، دنیا اور آخرت میں یہ آپ کی بیوی ہیں۔

۲......آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے صرف میں ہی کنواری تھی۔

۳......وصال مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہوا تو آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔

٤......آپ کا مزار اقدس میرے حجرہ میں ہے۔

۵......میں آپ کے ساتھ لحاف میں ہوتی تو آپ پر وحی نازل ہوتی رہتی۔ (کمال تقدس وطہارت)

٦......میں آپ کے خلیفہ اور سچے دوست کی بیٹی ہوں۔

۷......میری طہارت و پاکیزگی کی شہادت آسمان سے اتری (آیات سورۂ نور کی طرف اشارہ ہے جن میں آپ کی طہارت بے ارشاد ہوئی)

۸......میں ایک پاکیزہ کے ہاں (صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پاکیزہ ہی پیدا ہوئی۔

۹......مجھ سے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

(کئی سندوں سے یہ حدیث علامہ ابوبکر آجری نے بیان کی ہے) جب اتنے فضائل ہیں تو پھر آپ لازماً ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے محبوب ہونی چاہئیں۔

آپ کا علمی مقام

علم میں تو آپ ضرب المثل ہیں، وہ دیکھئے لوگوں کو حدیث سنا رہی ہیں پھر صحابہ کی روایت کی تصحیح بھی فرماتی ہیں اور فتوے بھی دے رہی ہیں بلکہ بعض اوقات ان کے فتاویٰ واقوال پر کمی بیشی بھی فرما رہی ہیں۔امام بدرالدین زرکشی نے تو آپ کے صحابہ کے بارے میں استدراکات پر ایک مستقل کتاب بنام الاجابۃ لایراد ما استدرکتہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علی الصحابۃ لکھی ہے۔سیّد کل علیہ السلام کے وصال کے بعد آپ کے عطا کردہ فرمودہ علوم سے دنیا کے گوشوں کو بھر دیا۔

روایت حدیث میں تو آپ یکہ وتنہا ہیں۔آپ سے بڑھ کر کسی صحابی کی روایت نہیں ہیں۔آپ اگر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیں گے تو ہم کہہ دیں گے کہ آپ جیسی باریک بین نگاہ اور آپکی ثقاہت واجتہاد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کب نصیب ہوا، اصول دین میں آپ کی گہرائی رائے اور کتاب مبین کی نکتہ آفرینیاں آپ کا ہی حصہ ہیں۔جلیل المرتبت صحابہ علم میراث کے کسی بھی مسئلے میں جب مشکل پاتے تو آپ کی طرف رجوع فرماتے تو آپ مسئلہ کی گہرائی کو کھول کر رکھ دیتیں اور کوئی گوشہ مخفی نہ رہنے دیتیں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے

میں نہ صرف اُمت محمدیہ کی خواتین میں بلکہ پوری انسانیت کی خواتین میں آپ سے بڑی عالمہ خاتون نہیں پاتا۔ہم گواہی دیتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں سیّد کل علیہ السلام کی بیگم پاک ہیں کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی فخر ہے۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہادت

حضور علیہ السلام کے چوٹی کے صحابہ آپ سے فرائض (میراث) کے مسائل پوچھتے۔

جناب عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد

قرآن اور اس کے علم میراث میں، حلال وحرام میں، شعر اور واقعات عرب میں اور نہ ہی احساب میں کسی کو میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑا عالم نہیں پایا مزید برآں فقہ وطب میں بھی ان کا علم سب سے زیادہ تھا۔

فرمان امام زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سب ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نہیں بلکہ سب خواتین کا عالم اکٹھا کر لیا جائے تو ان سب کے علم سے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا علم زیادہ اور افضل ہوگا۔

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گواہی

وہ اپنی کتاب المعتبر میں فرماتے ہیں، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حیدر کرار رضی اللہ عنہ کئی فقہی مسائل آپ سے پوچھا کرتے تھے۔

زرقانی اور صاحب فتح الباری کی تحقیق

سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت بڑی فقیہ اور قانون دان تھیں۔ ان کے بارے میں یہاں تک کہا گیا کہ اسلام کے احکام کا چوتھا حصہ آپ سے منقول ہے۔

علم کی ایک اور دلیل

آپ نے سیّد کل علیہ السلام سے 2210 احادیث روایت فرمائیں جو ہم تک پہنچی ہیں۔ صحیحین میں آپ کی 297 احادیث ہیں ان میں سے متفق علیہ 174 ہیں 54 احادیث میں بخاری اور 69 میں مسلم منفرد ہیں۔

طب میں مہارت

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا اماں جان! آپ کی فقہی مہارت تو معتبر ہے کہ آپ نبی رحمت علیہ السلام کی شریک حیات اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہیں۔ آپ کی شعری اور تاریخی مہارت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ آپ کے والد گرامی صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان فنون کے سب سے بڑے عالم تھے۔ مجھے حیرانی یہ ہے کہ علم طب آپ کو کہاں سے مل گیا؟ آپ نے اپنے بھانجے عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کندھا تھپتھپایا اور فرمایا کہ عروہ! سرکار کریم علیہ السلام آخری عمر میں خود بھی بیمار ہوتے اور آپ کے پاس عرب بھر سے وفود بھی آتے تو آپ مختلف دوائیں ارشاد فرماتے اور میں ان دواؤں سے حضور علیہ السلام کا علاج کرتی یہ علم طب مجھے اس طرح ملا۔ (سیر اعلام النبلاء)

صدیق اکبر رضی تعالیٰ عنہ باپ ہیں جن کی رفعتوں کا ایک زمانہ گواہ ہے اور والدہ ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے سیّد کل علیہ السلام نے فرمایا، اگر کسی کو پسند ہو کہ وہ جنتی موٹی خوبصورت آنکھوں والی حور دیکھے تو وہ ام رومان رضی اللہ عنہا کو دیکھ لے۔ (طبقات ابن سعد)

آپ کے علمی حکیمانہ ارشادات

نبوت کے سمندر سے موتی چننے والی اُم المؤمنین سیّدہ طاہرہ عائشہ سلام اللہ علیہا کے اقوال زریں اور حکیمانہ ارشادات بھی ملاحظہ فرماتے چلیں تاکہ آپ کے ذہنی افق، قلبی طہارت اور قوت ایمانی سے آپ بھی اپنے قلب ونظر کو منور کرتے چلیں۔

......فصیحہ زمان پر فصاحت و بلاغت کو ناز ہے......

امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جناب احنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی ہے، فرماتے ہیں میں نے صدیق، فاروق، غنی، حیدر (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور ان کے بعد کے حکام کے خطبات اور خطابات سنے ہیں مگر مخلوق میں سے کسی کے منہ سے نکلنے والے الفاظ اتنے پرشکوہ اور اتنے حسین نہیں تھے، جس طرح سیّدہ کے منہ مبارک سے پروقار اور حسین وجمیل الفاظ نکلتے تھے۔

موسیٰ بن طلحہ بھی جناب احنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ یہ شہادت دیتے ہیں کہ سیّدہ سے بڑھ کر میں نے کسی کو فصیح نہیں پایا۔

۱...... اخلاق کے موتی

سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا، اعلیٰ اور مکارم اخلاق دس ہیں:۔

(۱) ہر بات میں سچا ہونا (۲) سختی وشدت میں صدق پر پورا اترنا (۳) امانت ادا کرنا (٤) صلہ رحمی کرنا اور قطع تعلقی سے بچنا (۵) اچھائی کا بدلہ (٦) نیکی اور اچھائی کا برتاؤ کرنا (۷) پڑوسی کی ذمہ داری لینا (۸) دوست اور ساتھی کی ذمہ داری قبول کرنا (۹) مہمان کی مہمانی کرنا (۱۰) ان سب سے اعلیٰ حیا ہے۔ (نثر الدر مولفہ علامہ آبی ۴/۲۱)

۲...... زہد کیا ہے ؟

ایک شخص پر سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نگاہ پڑی محسوس ہوتا تھا وہ جان بوجھ کر موت کے منہ میں جا رہا ہے۔ انتہائی کمزور اور ضعیف تھا۔ آپ نے پوچھا اسے کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا زاہد ہے۔ آپ نے فرمایا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زاہد تھے مگر جب وہ بات فرماتے تو لوگوں کو خوب سناتے، جب چلتے تو تیز رفتار ہوتے اور جب خدا کیلئے کسی کو ضرب لگاتے تو دردناک ضرب ہوتی۔ (نثر الدر آبی ۴/۲۲ الکافی ملمبر ۲/۱۴۴) (سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مطلب یہ ہے کہ زہد کا مطلب ضعف نہیں راہِ خدا میں فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح مستعدی ہے۔)

۳...... عظمت تقویٰ

فرماتی ہیں، اللہ تعالیٰ تقویٰ کا بھلا کرے غصہ وغضب والے کیلئے اس نے شفا کے راستے بند کر دیئے ہیں۔ مطلب یہ کہ جو تقویٰ اور پرہیزگاری سے بدکتا اور غصے سے جلتا ہے وہ سدا جلتا ہی رہے گا کہ نہ تقویٰ اور اہل تقویٰ ختم ہوں گے اور نہ ہی اس کا غصہ وغیض و غضب ختم ہوگا۔ ایک مختصر سے فقرے میں حقائق کا سمندر سمو دیا ہے۔ (ایضاً ص ۲۴)

٤...... حق طلب

جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ ایسے ذرائع سے غیر اللہ سے نہ مانگو جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو۔ (ایضاً ص ۲۴۴ البیان والتبیین ۳/۱۷۰ عیون الاخبار ۴/۷)

آپ نے ملاحظہ فرمایا توجہ الی اللہ کا کتنا پیارا اصول بتا دیا کہ جب دے اللہ تعالیٰ رہا ہے، اس کی نوازشات کی موسلا دھار بارش برس رہی ہے تو اس ذات اقدس کی کرم نوازیوں سے منہ موڑ کر بتوں، مقتدر لوگوں، بادشاہوں اور جابروں سے مانگنے کا کیا فائدہ، اس طرح تو وہ ذات ناراض ہوگی جس کا دروازہ تم نے چھوڑ دیا ہے۔ یہ توحید کا وہ عظیم عقیدہ ہے جو اسلام کا طرۂ امتیاز ہے یعنی ؎

باطل دوئی پسند ہے حق لا شریک ہے

۵...... زندگی کا ایک عظیم اصول

ارشاد ہوا، لوگوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے انہیں ناراض کر کے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کی طرف سے اسے کافی ہو رہتا ہے (لہٰذا لوگ اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے) لیکن جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کو راضی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے حوالے فرما دیتا ہے (اللہ تعالیٰ تو پہلے ہی ناراض تھا لوگ بھی اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔)

مطلب یہ ہوا کہ ساری زندگی میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہی جائے۔ بندے اس کے ہیں، جب آپ اس کے ہو جائیں گے تو بندے آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے لیکن جب آپ بندوں کے پیچھے پڑ گئے تو کس کس کو راضی کریں گے یعنی ؎

یک در گیر و محکم گیر

اس سلسلے میں شہرہ آفاق پروفیسر علامہ عقاد کا نظریہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو بھی علوم فنون منتقل ہو کر ہم تک پہنچے ہیں ان سب میں آپ کا تبحر علمی اور معلومات میں وسعت بالکل واضح ہے اور آپ کی لغت کی مہارت بھی مبرہن ہے، خصوصاً خطبات و وصف میں تو یہ کمال بہت ارفع ہے، عربی کے مصادر و مآخذ کے وسیع علم کے بغیر یہ عربیت اور یہ بلاغت نہیں آسکتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اخبار و انساب کے حفظ میں وہ اپنے عظیم المرتبت والد کی پیروکار ہیں ساتھ ہی ساتھ ان کے اخلاق طبائع اور ملکات سے بھی سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ ان کے علم کے بارے میں کچھ باتیں ہو گئیں اب آگے بڑھیں۔

میاں بیوی کیسے ہوں؟

خاوند عظیم ہو اس کی عظمت کی وجہ سے لوگ اس سے بے تکلف نہ ہوسکیں تو ایسے خاوند کی زندگی میں غلا رہ جاتا ہے۔ ایک عقلمند بیوی تکلفات کی دنیا سے نکل کر ایسے خاوند سے گھل مل جانا چاہتی ہے تاکہ زندگی کے حسن پر نکھار آسکے، خاوند بھی ایسی بیوی سے بے تکلفی برتتے ہیں تاکہ گھر کی رونقیں دوبالا ہوسکیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جوان ہیں، بہت ساری صفات میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ممتاز ہیں، ان کے پاس جوان لڑکیاں آتی ہیں وہ گھر میں سیّدکل علیہ السلام کو دیکھ کر چھپتی ہیں پردے کے پیچھے چھپتی ہیں، حضور علیہ السلام باہر تشریف لے جاتے ہیں تاکہ جوان سہلیاں مل کر کھیلیں، بڑی بڑی گڑیاں بھی پڑی ہیں آپ پوچھتے ہیں، عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) یہ کیا ہیں؟ عرض کرتی ہیں سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے ہیں اوران کے پر (بازو) بھی ہیں یہ سن کر سرکار علیہ السلام ہنس پڑتے ہیں۔ (ہشام وذہبی)

امام زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور کریم علیہ السلام میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے تھے اور صحن مسجد میں حبشی گتکا کھیل رہے تھے، حضور کریم علیہ السلام نے مجھے اپنی چادر میں چھپایا ہوا تھا تاکہ میں ان کا کھیل دیکھ سکوں پھر میری خاطر آپ وہاں ٹھہرے رہے تاوقتیکہ میں کھیل دیکھ کر واپس نہ آ گئی۔

اس بات کو نوٹ فرمائیں کہ کھیل مسجد کے صحن میں ہے اس کھیل کا تعلق جہاد کی تیاری ہے گتکا تلوار کے حملے کو بچانے کا کھیل ہے لہٰذا مسجد میں جائز ہے۔ دوسری یہ بات نوٹ فرمائیں کہ سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دروازہ مسجد میں کھلتا ہے لہٰذا انہیں گھر سے کہیں باہر نہیں جانا پڑا، صرف اپنے دروازے پر اپنے خاوند (علیہ السلام) کے پاس آئی ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے انہیں اپنی چادر کا پردہ کرادیا ہے۔ دوسری روایات میں ہے کہ آپ نے اپنی ٹھوڑی سیّدکل علیہ السلام کے مبارک کندھے پر رکھ دی ہے اب یہ بے تکلفی کی انتہا ہے کہ وہ سیّدکل علیہ السلام کی پشت میں پیچھے ہیں اوراوپر پردہ بھی ہے۔ یوں کیوں نہ سمجھا جائے کہ اسی قرب کو پاکر سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حسن مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈوب گئی ہیں اور پیچھے ہٹنا نہیں چاہتیں۔ اصل واقعہ یہی ہے جو ہم نے عرض کردیا ہے کچھ لوگوں نے اس پر جو حاشیہ آرائی کی ہے اس کا اصل سے کوئی تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ حق میں ملاوٹ سے ہمیں بچائے۔

سیّدہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا ایک اور حسن اللہ تعالیٰ نے یوں نکھارا کہ کئی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہوتے آپ کو ان سے حسد وغیرت نہیں تھی اور سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی باتیں جب حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے تو آپ کو غیرت آتی حالانکہ انہیں وصال فرمائے کافی وقت گزر چکا تھا اور اب اس غیرت کا اثر زندگی کی رعنائیوں پر نہیں پڑتا تھا۔

حسن عہد ایمان کا ایک حصّہ ہے

اس غیرت کی آپ ایک مثال ملاحظہ فرمائیں تا کہ حضور علیہ السلام کا حسن عہد کے بارے میں موقف کھل کر سامنے آسکے۔ ایک کالی عورت کاشانۂ نبوت میں آئیں، آپ نے اس کو بہت توجہ سے نوازا۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کالی پر یہ توجہ! ارشاد ہوا، خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا کرتی تھی۔ تو حسن عہد بھی تو ایمان کا حصہ ہے۔

ناراضگی میں بھی حسن کی رعنائیاں

رضا و ناراضگی میں آپ کا انداز الگ الگ تھا۔ الفاظ کا رنگ الگ تھا۔ سیّد کل علیہ السلام نے فرمایا، عائشہ! میں جانتا ہوں جب آپ مجھ سے راضی یا ناراض ہوتی ہیں۔ عرض کرنے لگیں، کیسے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ارشاد ہوا، جب آپ راضی ہوں تو کہتی ہو ربّ محمد (علیہ السلام) کی قسم اور جب ناراض ہوں تو کہتی ہیں ربّ ابراہیم (علیہ السلام) کی قسم۔ عرض کرنے لگیں جی حضور نام چھوڑتی ہوں۔

جب مزاج میں تبدیلی آتی تو سیّد کل علیہ السلام راضی فرمالیتے۔

ابو نعیم بروایت نعمان بن کثیر یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاشانۂ نبوت میں آنے کی اجازت چاہی، کیا دیکھتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آواز سرکار علیہ السلام سے بلند ہو رہی ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، او فلاں کی بیٹی (یعنی اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیٹی) تمہاری آواز یوں بلند سرکار علیہ السلام کے سامنے کیوں ہے؟ وہ آگے بڑھے (اپنی بیٹی کو پکڑنا چاہ رہے تھے) تو سیّد کل علیہ السلام دونوں کے درمیان حائل ہو گئے۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے گئے تو حضور علیہ السلام آپ کو راضی کرنے لگے۔ فرمایا عائشہ! آپ نے نہیں دیکھا، میں کیسے ان کے اور آپ کے درمیان حائل ہو گیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر آئے، اندر آنے کی اجازت چاہی، کیا دیکھتے ہیں دونوں مل کر ہنس رہے ہیں۔ عرض کی دونوں مجھے اپنی صلح میں بھی شامل کرلو جیسے پہلے ناراضگی میں شامل کر چکے ہو۔ (ابوداؤد، احمد نسائی)

مقابلے کی دوڑ

بے تکلفی اور باہمی الفت وچاہت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ امام ابوداؤد اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اپنی اپنی اسناد کے ذریعے سے روایت کرتے ہیں فرماتی ہیں، حضور علیہ السلام نے میرے ساتھ دوڑ میں مقابلہ فرمایا تو میں آپ سے ایک حد تک آگے نکل گئی پھر میرا جسم (کچھ سالوں کے بعد) گوشت دار ہوگیا تو آپ نے پھر دوڑ کا مجھ سے مقابلہ فرمایا۔اب مجھ سے آگے نکل گئے۔ارشاد ہوا عائشہ! یہ اسی پہلی دوڑ کا بدلہ ہوگیا۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے یہ ہے گھر کا کھلا معاشرہ جس میں میاں بیوی کے درمیان ہر انداز سے چاہتیں اور الفتیں تقسیم ہو رہی ہیں، تنگ نظری نہیں ہے۔بے ہودگی جسکا آج بھاؤ بہت سستا ہے،نہیں ہے۔زندگی میں رعنائی ہے اور وہ میاں بیوی کے درمیان ہے۔

مزاج شناس رسول علیہ السلام

سیّدہ مطہرہ سلام اللہ علیہا سب لوگوں سے بڑھ کر مزاج شناس رسول علیہ السلام تھیں سرکار کریم علیہ السلام کی ہر مرضی کے تابع تھیں، عظیم المرتبت رسالت کی وجہ سے جو کارنامے سرکار علیہ السلام کے حوالے تھے ان میں بھرپور انداز سے ہاتھ بٹاتی تھیں، اپنی رائے اور اپنے اجتہاد کے پیش نظر آپ کے اجتماعی معاملات میں شرعی پردہ کے ساتھ معاونت فرماتی تھیں۔

حق تعلیم اور امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنھن

یہ ایک تابندہ اور زندہ حقیقت ہے کہ عورت کو اسلام نے حقِ تعلیم دیا ہے اور مرد کی طرح اس پر بھی علم کو فرض قرار دیا ہے۔ اسے یہ حق ہے کہ علم کے اعلیٰ مقامات تک پہنچے اسلئے کہ قرآن اسے یہ دعا سکھاتا ہے، رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً (طٰہٰ:۱۱۴) میرے پروردگار! میرا علم بڑھا۔انسان جتنا بھی علم حاصل کرلے وہ کم ہے،قرآن کا ارشاد ہے، وما اُوتیتم من العلم اِلّا قلیلاً (الاسراء:۸۵) تمہیں تو تھوڑا سا علم ہی دیا گیا ہے۔

یہ تو حصول علم اور اس کے اعلیٰ مراتب تک پہنچنے کی بات تھی اب ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کو اسی علم کی تقسیم کا حکم یوں دیا گیا......

وَاذکرن ما یتلی فی بیوتکن من آیات اللّٰہ والحکمۃ (احزاب:۳۴) (اے امہات المؤمنین رضی اللہ عنھن) جو تمہارے گھروں میں آیات پڑھی جاتی ہیں اور حکمت کا نزول ہوتا ہے، اس کا ذکر کرتی رہا کرو۔

اس فرمان ذی شان کے پیش نظر لوگ درِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضری دیتے، فتوے پوچھتے اور احکام ربانی واخلاق عالیہ سے مالا مال ہو کر جاتے مگر سیّدہ عائشہ سلام اللہ علیہا تو سب ازواج سے علمی میدان میں بہت آگے تھیں لہٰذا قضایا اور مسائل فقیہ میں آپ ملت کا مرجع تھیں، آپ اپنی وسیع علمی استعداد کی وجہ سے اختلافی مسائل میں اُمت کی راہنمائی فرمایا کرتی تھیں۔

میدان جہاد میں

اسلام نے میدانِ جہاد میں بھی مرد کے ساتھ عورت کی شراکت رکھی ہے۔ وہ مریضوں کی دیکھ بھال کرتی ہے، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی ہے اور فوج کی خدمات سرانجام دیتی ہے۔ فقہائے اسلام نے اسی سلسلہ میں یہ رائے دی ہے کہ اگر عورت کو اپنے ساتھ مرد جہاد میں لے چلے یا اسے جہاد میں جانے کی اجازت دے دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ تو اس صورت میں ہے جب دشمن کی عمومی یلغار نہ ہو اور اگر دشمن پوری قوت سے حملہ کردے تو عورت مرد کی اجازت کے بغیر، غلام آقا کی اجازت کے بغیر اور لڑکا باپ کی اجازت کے بغیر میدانِ جہاد میں اتر پڑیگا۔ سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ جہادی فریضہ بھی بڑی خوش اسلوبی سے ادا فرمایا۔ کتب مغازی ان واقعات سے بھری پڑی ہیں، خواتین اسلامی میدان علم میں ہیں، میدان جہاد میں ہیں، زندگی کے باقی لوازمات میں ساتھ ساتھ ہیں پھر مسلمانوں کو کہا جاتا ہے کہ ان کے ہاں عورت کا کوئی مقام نہیں ہے۔

عورت کا احترام

سیّدہ مکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پوری تندہی سے عورت کے حقوق کا احترام کراتی تھیں اور اس کی عزت و کرامت کا کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہیں فرماتی تھیں۔ لیکن اگر خواتین راہِ شریعت سے ہٹیں تو انہیں شدت سے روکتی تھیں۔ حمص کی خواتین آپ سے ملنے آئیں تو فرمایا شائد تم بھی ان خواتین میں شامل ہو جو حماموں میں جاتی ہیں، یاد رکھو میں نے امام الانبیاء علیہ السلام کو فرماتے سنا ہے کہ جو عورت اپنے خاوند کے گھر کے بغیر کسی اور جگہ کپڑے اتارتی ہے تو اس نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ دری کی ہے۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

کچھ خواتین نے ایسے کپڑے پہن لئے جو اسلامی روایات کے خلاف تھے تو آپ نے فرمایا، اگر حضور علیہ السلام عورتوں کے ان اندازوں کو ملاحظہ فرماتے تو انہیں بنی اسرائیل کی خواتین کی طرح مسجد میں آنے سے روک دیتے۔ (متفق علیہ)

آپ نے ملاحظہ فرمایا، عجمی انداز کے حماموں سے بھی اسلامی تہذیب کو پاک رکھنے کیلئے آپ آگے بڑھیں اور خواتین کے عریاں لباسوں سے بھی ملت کی بیٹیوں کو روکا۔

ایک واقعہ

سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں، میرے پاس اپنی دو بچیاں لے کر ایک خاتون آئی اس نے مجھ سے کچھ مانگا میرے پاس تو صرف ایک کھجور تھی میں نے اسے تھما دی۔ اس نے وہ کھجور ان دونوں بچیوں میں بانٹ دی اور خود نہ لی پھر دونوں بیٹیوں کو لے کر نکل گئی۔

اتنے میں نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں نے اس خاتون کا واقعہ عرض کیا۔ ارشاد ہوا، جو بھی بچیوں کے امتحان میں ڈالا جائے اور وہ ان سے حسن سلوک کرے تو وہ بچیاں اس کیلئے جہنم سے پردہ بن جاتی ہیں۔ (مسلم)

پتا چلا بچیوں کی تربیت کا بہت بڑا اجر ہے۔ عطا فرمانے والا اللہ ہے قرآنی ارشاد کے مطابق جسے چاہے بچے اور جسے چاہے بچیاں دیتا ہے۔ پھر بچیوں کی پیدائش پر کبیدگی کیوں؟ مزید روایت ملاحظہ ہو...... فرماتی ہیں، قسم بخدا! رسول اللہ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسی خاتون یا کسی خادم کو نہیں مارا، ہاں راہِ خدا میں دورانِ جہاد کسی کو مارنا الگ بات ہے۔ (مسلم)

دیکھا آپ نے سیّدِ کل علیہ السلام کا برتاؤ خواتین سے کس انداز کا ہے؟ مغرب کے لوگ خواتین کو کس حد تک پیٹتے ہیں اور بسا اوقات کس حد تک پٹتے ہیں یہ کوئی راز نہیں ہے۔ ایک محترمہ نے تو اپنے سرتاج کو گرایا، اولاد کی موجودگی میں اس پر بیٹھ گئی، پولیس نے آ کر اٹھایا تو سرتاج صاحب طویل سفر پر روانہ ہو چکے تھے۔

ابھی ہم پہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں

علم، فتاویٰ، حدیث، تفسیر اور فقہ میں آپ کے مقام رفیع کا ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں۔ ہاں آپ قرأت کی بھی زبردست ماہر تھیں، وفات تک ان سب علوم کو اُمت میں بانٹا لہٰذا خواتین کی دنیا میں علمی میدان میں بقول ائمہ و مورخین آپ بے مثل ہیں بھلا جس کی برات میں قرآن اُترا ہو، اس کی اخلاقی و روحانی عظمت کیا ہوگی۔

باب چہارم — مرد اور عورت میں مساوات

مغرب کی اندھی تقلید نے ہمارے ایک محدود سے طبقے مرد و خواتین کو بے حد متاثر کیا اور یہ لوگ کہنے لگ گئے کہ مرد اور عورت میں زندگی کے ہر میدان میں مساوات ضروری ہے۔ انہوں نے کبھی نہیں سوچا کہ خود مغرب میں یہ مساوات عنقا ہے اور تہذیب و تمدن اور علوم و فنون میں ساری کامیابیوں کے باوجود یہ مساوات آج تک پیدا نہیں ہو سکی اور نہ ہی مستقبل میں دور دور تک پیدا ہوتی نظر آ رہی ہے۔ کیا مغربی ممالک میں حکومت کے صدور اور وزرائے اعظم میں نصف عورتیں ہیں؟ بذات خود امریکہ میں آج تک کوئی عورت صدر نہیں بن سکی، مساوات تو یہ تھی کہ ایک ٹرم میں عورت صدر ہوتی تو دوسری ٹرم میں مرد سربراہ ریاست ہوتا مگر کسی بھی مغربی ملک میں آج تک ایسا نہیں ہو سکا۔

وہاں جن ممالک میں کسی بھی انداز کی جمہوریتیں ہیں کیا وہاں وزراء کی تعداد برابر ہے؟ کیا وہاں وزیر اعظم یکے بعد دیگر مرد اور عورت ہوتے ہیں؟ جواب یقیناً نفی میں ہے۔ کیا وہاں کی پارلیمنٹس میں مردوں اور عورتوں کی تعداد برابر ہے؟ اگر برابر نہیں تو سیاست میں پھر مساوات نہ رہی۔ اب نقل کرنے والوں کو بھی عقل کے ناخن لینے چاہئیں اور اندھی تقلید سے منہ موڑ لینا چاہئے۔ اس پر بھی غور فرماتے چلیں کہ کیا وہاں کی سیاسی پارٹیوں کے عہدوں میں بھی مساوات ہوتی ہے؟ سو فیصد نہیں تو پھر مغرب کو معیار ماننے والے ہم غریب مشرقیوں کے کان کیوں کھا رہے ہیں؟

سیاسی میدان میں مغرب میں جو مساوات ہے وہ آپ نے ملاحظہ فرمالی۔ اب فوج کی طرف آیئے، کیا مغربی ممالک کی فوجوں میں سپاہی سے لے کر جرنیلوں تک مساوات ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر ان سے درخواست کرو کہ وہ مساوات پیدا کریں تا کہ آپ کا کام آسان ہو جائے۔

اب پولیس کی طرف بڑھیں کیا پولیس میں سپاہی سے لے کر آئی جی کے عہدے تک خواتین و حضرات میں محترمہ مساوات صاحبہ کا کہیں درجہ ہے؟ اگر نہیں ہے تو ذرا آگے بڑھیں۔ کیا تحصیل کی سطح سے لے کر سپریم کورٹ کے لیول تک مساوات ہے؟ اگر نہیں ہے تو انہیں درخواست کریں کہ کم از کم عدلیہ میں تو مساوات پیدا کر دیں تا کہ مشرق نقالوں کا بھرم رہ جائے۔

اب بات تعلیم کی رہ جاتی ہے۔اس میں بھی کوئی مساوات نہیں ہے۔ ہاں مخلوط یونیورسٹیاں اور کالجز بنالئے گئے ہیں اور جنسی آزادی نے انسانیت کے تاروپود بکھیر دیئے ہیں۔ اس آزادی کے راستے میں حائل ہر رکاوٹ کو نت نئے قانونی شقوں سے دور کیا جارہا ہے۔اسقاط جائز ہے حمل سے بچنے کے وہ وہ طریقے ایجاد ہوگئے ہیں کہ شیطان بالکل فارغ ہوکر مزے کی نیند سوگیا ہے، رہی سہی کسر ہم جنسیت کے نکاحوں نے پوری کردی ہے یعنی مرد مرد سے شادی کر رہا ہے اور عورت عورت سے۔ اگر یہ مساوات ساری دُنیا میں عام ہوجائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ اگلی نسل میں انسان ختم ہوجائیں گے کیونکہ دو عورتیں مل کر اور شادی کے بندھن میں بندھ کر بچہ تو پیدا نہیں کرسکتیں اور یہی حال دو مردوں کا ہے۔

فرمایئے کیا یہی انسانیت کی خدمت ہے؟ کیا اسی پر مغرب کے نقالوں کو ناز ہے؟ کیا یہی تہذیب وہ اسلامی معاشرے میں نافذ کرنا چاہتے ہیں؟ باقی مسلم سے پاکستان کا مسلم معاشرہ تو ممتاز ہے یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے کیا یہاں کے وہ عوام جنھوں نے پاکستان کے قیام کیلئے بے پناہ قربانیاں دی ہیں، ایسی مادر پدر آزاد تہذیب کو مان لیں گے؟

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

مغرب نے کسی بھی میدان میں مرد وزن کی مساوات کو عملاً نہیں مانا، رہی فرد کی آزادی جس کا مغرب بہت پرچار کرتا ہے تو اس آزادنے مرد کی مرد سے شادی کی، اباحت پسندی کو عام کیا، بے حیائی اور فحاشی کو یوں پھیلایا کہ انسانیت کو کہیں چھپنے کی جگہ نہ ملی، جنس دکان کی ایک عام سی شے بن گئی، جسے جو چاہے جب چاہے جس انداز سے چاہے اور جس قیمت پر چاہے خرید سکتا ہے۔ عورت کو ایک کھلونا بنادیا گیا جس سے جو چاہے کھیلے اور پھر مرد نے اپنی ذِمہ داریوں کا بوجھ بھی اس پر ڈال دیا کہ وہ دفتروں میں کام کرے، فیکٹریوں کا پیٹ بھرے، حضرت سیٹ پر دراز ہوں اور محترمہ اس لاش کو گاڑی چلا کر گھر لائے۔مساوات کے نام پر اس سے نوکر کا کام بھی لیا جائے۔ڈرائیور کا کام بھی لیا جائے،نوکرانی کا کام بھی لیا جائے، بچوں کی آیا بھی وہ ہو، کچن کا ایندھن بھی وہ ہو اور پھر کچھ ناچ کر میاں کا دل پشاوری کردے، کچھ میٹھے بول سنا کر اسے اپنی تھکی ہاری محنت ومشقت کی ماری محبت کا بھی یقین دلائے۔خاتون کب تک یہ بے حرمتی برداشت کرے گی ایک دن آئے گا کہ وہ اس جوش جنون سے باہر نکلے گی، صاحب کا گریبان پکڑ یگی، وہ حساب مانگے گی، وہ اس ناؤنوش، اس جوش ورنگ اور اس فضول چکر سے نکلے گی، غلامی کا شاندار طوق گلے سے اتار پھینکے گی اور کہے گی مجھے اپنی دنیا: جی ہاں حیا کی دنیا، انسانیت کی دنیا، تشخص کی دنیا، خودشناسی کی دنیا یعنی اسلام کی دنیا کی طرف واپس جانا ہے پھر تیزی سے پوری قوت سے وہ ان مصنوئی خولوں کو اتار پھینکے گی۔وہ مرد کی چالبازیوں کو پہچان لے گی، مذہب کی آغوش میں آگرے گی، یہ سب کچھ اسے اسلام عطا کریگا کہ وہ مذہب فطرت ہے۔آیئے اسلام سے پوچھتے ہیں کہ تیرے نزدیک کہاں کہاں مرد وزن میں مساوات ہے اور کس کس مقام پر مساوات نہیں۔

مقامات مساوات

۱...... اصل فطرت میں مساوات

اصل خلقت میں مساوات ہے۔ارشاد خداوندی ہے......

يا ايها الناس انا خلقناكم من ذكر وَ أُنثىٰ (الحجرات:۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا فرمایا ہے۔

معلوم ہوا کہ مرد وعورت کی پیدائش ایک مرکز آدم وحوا علیہما السلام سے ہوئی ہے اور یہ اصل خلقت میں مساوی ہے۔

اسی مضمون کو قرآن نے سورہ آل عمران ۱۹۵ سورہ النساء۱ اور سورہ الذاریات ۴۹ میں بھی مختلف الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔

۲...... احکام شرعیہ کے مکلف ہونے میں مساوات

احکام شرعیہ کے مکلف ہونے میں بھی مساوات ہے۔سورہ الاحزاب آیت نمبر ۳۳ میں دس صفات مذکور ہیں اور قرآن نے ان میں دونوں اصناف میں مکمل مساوات کا ذِکر فرمایا ہے۔اسلام، ایمان، فرماں برداری، صداقت، صبر، خشوع، صدقہ دینا، روزہ، پاک دامنی اور ذکر خداوندی میں مساوات ہے۔ان پر صفات عالیہ پر عمل کرنے والوں کیلئے مغفرت اور اجر عظیم کی خوشخبری بھی قرآن نے دی ہے۔

سارے اعمال صالحہ نماز، حج، حسن سلوک وغیرہ میں مساوات ہے۔شرعی سزائیں بھی اس میں شامل ہیں۔مرد قاتل ہے تو اس کیلئے سزائے موت ہے، عورت قاتلہ ہے تو وہ بھی یہی سزا پائے گی۔چوری، بدکاری اور دیگر اعمال بد کی سزا میں بھی دونوں شریک ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ شرعی جزا وسزا میں کوئی فرق نہیں ہے۔

سورہ النحل کی آیت ۹۷ کے یہ جملے ملاحظہ فرماتے چلیں۔ارشاد ہے، من عمل صالحا من ذكر اَو أُنثى و هو مؤمن فلنحيينه حياة طيبة و لنجزِينهم اجرهم باحسن ما كانوا يعملون جو نیک عمل کرتا ہے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو ہم لازماً اسے پاکیزہ زندگی سے نوازتے ہیں اور ایسے لوگوں کو ہم ضرور اچھے اعمال پر جزا عطا فرماتے ہیں۔

حیاۃ طیبہ اور جزائے احسن کا جنہوں نے لطف اٹھایا ہے وہی اس کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔

سیّد کل علیہ السلام نے کس نفاست سے معاشرے میں مرد وعورت کے تعلق اور مساوات وحسن سلوک کی وضاحت فرمائی ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں۔النساء شقائق الرجال (ترجمہ) عورتیں مردوں کی ہمسر ہیں۔ایک ہی تنے پر اُگنے والی ہر ٹہنی دوسری ٹہنی کو شقیق ہے۔اسی طرح مرد اور عورت کا اصل ایک ہے اور یہ دونوں انسانیت کے تنے کی دو مساوی شاخیں ہیں۔

مردوں کو متوجہ فرماتے ہوئے ارشاد ہوا......

ما أكرم النساء الا كريم و ما هانهن الا لئيم شریف انسان ہی خواتین کا احترام کرتا ہے۔

حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے جو ارشادات جوامع الکلم ہیں یہ ارشاد بھی ان میں شامل ہے اس سے خواتین کا معاشرتی مقام کھل کر سامنے آ گیا ہے اور اس کی جامعیت میں خواتین کی زندگی کے سب شعبے آ گئے ہیں۔خاتون بحیثیت ماں محترم ہے، بحیثیت بہن قابل احترام ہے، بحیثیت بیٹی احترام کی مستحق ہے، بحیثیت بیوی احترام کی حقدار ہے۔

فرمایئے کائنات کے کسی مصلح نے عظمت خواتین کیلئے اس سے بڑھ کر بھی کوئی بات کہی ہے؟

۳...... حق تعلیم میں مساوات

حق تعلیم میں بھی اسلام نے مساوات کا درس دیا ہے۔ مختلف قومیں خواتین کے حق تعلیم کے خلاف رہی ہیں، ان کا خیال تھا کہ عورت کو تعلیم دلانا اسے باغی بنانے کے مترادف ہے لہٰذا اسے ماں کے رحم کے اندھیرے سے باپ اور خاوند کے گھر ایک تاریک گھر میں سے ہوتے ہوئے قبر کے تاریک گوشے میں کھو جانا ہوگا۔ علم کی شمع پر طواف کرنے کا اسے کوئی حق نہیں ہے مگر اسلام نے اس نظریہ کو اپنے معاشرے میں نہیں آنے دیا۔ ارشادِ خداوندی ہے......

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون

فرما دیجئے کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں۔

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد عالی بھی ملاحظہ فرماتے چلیں۔

طلب العلم فیضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ

علم طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے۔

یہ اسلام ہی تھا جس نے علم کی شمع روشن کی، جزیرہ نمائے عرب سے جہالت کے اندھیرے دور کئے پھر جہاں جہاں اسلام گیا شمعیں روشن کرتا گیا اور علم کی روشنی پھر یورپ کے ظلمت کدوں کو منور کرنے لگ گئی۔

٤...... حقوق شہریت میں مساوات

اب حقوق شہریت کی طرف آیئے۔ یہاں بھی آپ کو مساوات نظر آئے گی، خرید و فروخت میں، لین دین میں، وکالت و اجارہ میں، کاروبار وغیرہ میں عورت مرد کے مساوی ہے، وہ اپنے مال میں جس انداز سے چاہے تصرف کر سکتی ہے، تجارت میں مضاربت و شراکت کر سکتی ہے، سب جائز و حلال کام مردوں کی طرح سرانجام دے سکتی ہے، کسی بھی سطح پر کوئی پابندی بھی نہیں اور عدم مساوات بھی نہیں ہے۔

٥...... آزادئ رائے اور مساوات

اسلام آزادئ رائے کا بہت بڑا داعی ہے۔ وہ فرد کی رائے پر کوئی قدغن نہیں لگاتا، مرد اور عورت پر حریت فکر اور آزادئ رائے میں اسلام نے کوئی پابندی نہیں لگائی، ہاں یہ آزادی دونوں کیلئے اللہ تعالیٰ اور رسول رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی قائم کردہ حدود کے اندر ہوگی۔

اپنا شریک حیات چننے کا اسے حق ہے۔ ارشاد نبوی ہے......

لا تزوّج البکر حتی تستاذن ولا الثیب حتی تستامر

کنواری لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہوگا اور شوہر رسیدہ کا نکاح اس کے مشورے کے بغیر نہیں ہوگا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک نوجوان لڑکی حضور علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی، میرے پاب نے میری شادی اپنے بھتیجے سے کردی ہے مگر میں اس سلسلے میں رائے عالی چاہتی ہوں۔ سیدؐ کل علیہ السلام نے معاملہ لڑکی کے سپرد فرمادیا کہ تجھے اختیار ہے اس نکاح کو قبول کرلے یا رد کردے۔ لڑکی بولی حضور! مجھے باپ کا فیصلہ منظور ہے میں یہ سب کچھ اس لئے کر رہی تھی تاکہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ لڑکی کو مجبور کر کے کوئی اس کا نکاح نہیں کرسکتا۔ اس قسم کی اور کوئی روایات بھی کتب حدیث میں موجود ہیں۔

آزادئ فکر کی یہ حد تھی کہ سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برسر منبر عورتیں ٹوک دیا کرتی تھیں اور آپ بڑے تحمل سے ان کا یہ حق مانتے تھے۔

ہمارے ہاں ایک مشکل یہ ہے کہ کچھ لڑکیاں حالات کو نہ سمجھتے ہوئے اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے مستقبل کے حسین خواب دِکھانے والوں کے ساتھ بھاگ جاتی ہیں، وہاں جا کر انہیں پتا چلتا ہے کہ

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

ایسی بھگوڑی لڑکیوں کا دفاع انگریزی قانون بھی کرتا ہے اور خواتین کی کچھ مادر پدر آزاد تنظیمیں بھی حقوق انسانی کے نام پر آسمان سر پر اٹھالیتی ہیں۔ یہ عدالتیں اور یہ نام نہاد تنظیمیں یہ نہیں سوچتیں کہ اس لڑکی نے والدین کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا ہے، ان کی پرورش کو تباہ کیا ہے، انہوں نے اس پر طویل عرصہ تک جو اخراجات برداشت کیے ہیں ان کو غتر بود کیا ہے اور سب سے بڑھ کر ان کی عزت کو خاک میں ملایا ہے۔ مزید برآں نوجوان نسل کی گمراہی ہے اور کجروی کا راستہ دکھایا ہے۔ اپنی ہونے والی ساس اور نندوں کی تلخ نوائی سے اپنی زندگی اجیرن کی ہے، وہ جدھر نکلتی ہے خواتین کی ترش نگاہوں کے تیروں کا نشانہ بنتی ہے، اس کی ساری زندگی میں زہر گھل جاتا ہے۔ کچھ ہی عرصہ بعد اس کا دل پھینک عاشق کمہاروں کے کتے کی طرح کسی اور کا دم چھلا بن جاتا ہے اور یہ خود بھی جذبہ انتقام کی وجہ سے کسی نئی پگڈنڈی پر چل پڑتی ہے۔

کیا اس کا علاج یہ ہے کہ عدالت اسے بے حیائی کے جواز کا سرٹیفکیٹ دیدے یا نسوانی تنظیمیں اسے واہ واہ کرنے لگ جائیں۔

ہم سب کو سوچنا ہوگا کہ اس غلط طریقے کا سدباب کیا جائے، ہمارے کچھ باشعور ججوں نے شدت سے اس کا نوٹس لیا ہے...... اللہ کرے ہم اس کجروی کے دلدل سے نکل آئیں۔ آزادی رائے کا کسی لغت میں معنی بے غیرتی نہیں ہے۔

٦...... احترام انسانیت میں مساوات

احترام انسانیت میں بھی مرد اور عورت میں مکمل مساوات ہے۔ دونوں اولادِ آدم ہیں اور اولادِ آدم کیلئے ارشادِ خداوندی ہے......

ولقد کرمنا بنیا آدم ترجمہ : ہم نے اولادِ آدم کو عزت وتکریم بخشی ہے۔

خاتون بھی اولادِ آدم علیہ السلام ہے لہٰذا وہ بھی مرد کی طرح عزت واحترام کی مستحق ہے اور یہ خداداد حق ہے کوئی چھین نہیں سکتا۔

۷...... حقوق مدنیت میں مساوات

ملازمت ہو یا حقوق مدنیت ہوں ان میں بھی مساوات ہے۔ ہم پیچھے قرآن سے یہ حوالہ پیش کر آئے ہیں کہ من عمل صالحاً من ذکر او انثی اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ہر نیک کام میں دونوں کی شراکت مسلم ہے۔ ملازمت، حلال کی کمائی اور مدنیت کی سب برکات اس میں شامل ہیں۔

حدیثِ مبارکہ کے الفاظ بھی اسی مفہوم کی تائید کرتے ہیں، ارشاد ہے کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور سب سے ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائیگا...... کلکم میں بذاتِ خود عورت بھی شامل ہے۔

یہ چند مثالیں ہیں جن میں مساوات ثابت ہے اسی طرح اور بہت سی باتیں ہیں جن میں دونوں اصناف شامل ہیں مگر سب حقائق کے باوجود ہمیں پوری طرح غور کرنا ہوگا کہ دست قدرت نے بہت سے خصائص کے ذریعے دونوں میں خط امتیاز بھی کھینچ دیا ہے جس سے انکار ممکن نہیں ہے۔ ان امتیازات کی وجہ سے ان کا حلقۂ عمل ایک جیسا نہیں ہوسکتا۔ دونوں ایک نوعیت کا کام بھی نہیں کرسکتے۔

امتیازات

۱...... جسمانی قالبوں کا انداز

دست قدرت نے انہیں ایسے جسمانی قالبوں میں ڈھالا ہے کہ ان کا طریق عمل الگ الگ ہوگیا ہے۔عورت حمل اور وضع حمل اور رضاعت وغیرہ کی ذمہ داریوں سے عہد برآ ہوتی ہے۔کیا مرد حضرات میں یہ چیزیں موجود ہیں؟ اگر نہیں تو پھر قدرت کے نظام کو ماننا ہوگا۔

مغرب کے مرد نے کمال ہوشیاری سے اپنی ذمہ داریاں بھی عورت پر ڈال دی ہیں اور اسے مرد بنانے کی کوشش کی ہے جس سے ان کی نسوانیت تباہ ہوگئی ہے۔کاش مغربی عورت مرد کی یہ چال سمجھتی اور دوہری ذمہ داریاں قبول کرنے سے پہلوتہی کرتی۔

اسلام نے جن معاملات میں دونوں میں مساوات نہیں رکھی ان کا ذکر بھی تفصیل سے کیا ہے، ہمیں ان پر بھی غور کرنا ہے تاکہ کلی مساوات کے جو دعوے کئے جا رہے ہیں ان کا پول کھل جائے۔ جسمانی قالبوں کا اختلاف ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کاش کوئی محترمہ مردوں سے یہ مطالبہ کرتیں کہ اب حمل، وضع حمل اور دیگر لوازمات آپ نے پورے کرنے ہوں گے تاکہ مساوات پوری طرح سامنے آسکے۔

۲...... وراثت میں عدم مساوات

وِراثت میں مساوات نہیں ہے۔سب سے پہلے ہمیں اس بات پر غور کرنا ہے کہ ہم کیا ہیں؟ جب ہم یہ فیصلہ کرلیں کہ ہم مسلمان ہیں تو پھر قابل غور بات یہ ہے کہ کیا ہم اسلام کو ماننے کیلئے تیار بھی ہیں یا نہیں؟ اسلام کے مانے بغیر تو مسلمان کا تصوُّر بھی نہیں کیا جاسکتا۔اسلام کے ماننے کا مطلب قرآن وسنت کو اپنا رہنما بنانا ہے۔اب مسلمان وہ ہوا جو بلا چون و چرا قرآن وسنت کو مانتا ہے اور ان کے مقابلے میں اپنے کسی نظریہ کو پیش نظر نہیں کرتا اور قرآن وسنت کی بلاچوں چرا اِطاعت کرتا ہے۔

پھر اُمت میں کھربہا لوگ قرآن وسنت کو سمجھنے والے گزرے ہیں انہوں نے غور وفکر کیا ہے، اتنے سارے دماغ اس کے ایک دماغ سے بہر حال افضل ہیں لہٰذا اُمت کی اجتماعی سوچوں سے بغاوت اچھی بات نہیں ہے۔اُمت کی سوچوں سے آئین و قانون اور فقہ واصول میں ایک تسلسل پیدا ہوگیا ہے جس سے اُمت مربوط ہوگئی ہے۔کسی فرد کو خزاں کا پتا بن کر نہیں اُڑنا چاہیے اس طرح وہ فضاؤں میں کھو جائے گا۔

پھر اجتہاد کیلئے بہت سے لوازمات ہیں۔وہ ہر ایک میں موجود نہیں بلکہ کروڑوں میں موجود نہیں ہیں لہٰذا کسی عظیم اجتہادی شخصیت کی پیروی بھی ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ اسلامی قانون کے ماہرین نے شریعت کے چار ماخذ قرار دیئے ہیں (۱) قرآن (۲) سنت (۳) اجماعِ اُمت اور (٤) اجتہاد وقیاس۔

ہم جنگل کا خود رو پودا نہیں ہیں لہٰذا قرآن وسنت کی اتباع ہماری معاشرتی بنیاد ہے جسے اُمت کے اجماع اور قیاس سے مزید پختہ کردیا ہے۔ہم قرآن سے پوچھتے ہیں کہ کہاں کہاں مرد وزن میں مساوات نہیں ہے تو وہاں سے واضح جواب ملتا ہے، وراثت میں قطعاً مساوات نہیں ہے۔قرآن کا ارشاد ہے……

للذکر مثل حظ الانثنیین (النساء:۱۱) بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔

اسی طرح اسی سورہ کے اسی رکوع میں ارشاد ہے کہ بیوی مرجائے اولاد نہ ہوتو خاوند کو نصف مال ملے گا لیکن اگر اولاد نہ ہو اور خاوند مرجائے تو عورت کو مال کا چوتھا حصہ ملتا ہے۔آیت ۱۲ ملاحظہ فرمالیں۔

کئی اور مثالیں بھی ہیں مگر ان سے یہ بات تو واضح ہوگئی کہ سب معاملات میں مساوات کا دعویٰ باطل ہے۔بحیثیت مسلمان ہمیں مرد کو دگنا مال دینا ہوگا اور عورت کو نصف ملے گا۔اس واضح حکم میں بحث کی ضرورت تب پیش آئے گی جب ہم قرآن کو چھوڑ دیں گے اور کوئی مسلمان بہن یا بیٹی قطعاً اس کی جرأت نہیں کرسکتی۔

۳…… گواهی میں مساوات نہیں

شہادت میں بھی مساوات نہیں ہے۔کئی مقامات پر ایک عورت کی شہادت کافی ہے کئی مقامات پر عورت کی شہادت معتبر ہے اور مرد کی نہیں مگر کئی مقامات پر دو عورتوں کی مجموعی شہادت مرد کے مقابلے میں ہے۔البقرہ کی آیت ۲۸۲ کا یہ جملہ ملاحظہ فرمائیں……

فان لم یکونا رجلین فرجل و امرء تان پس اگر دو مرد گواہ نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں۔

اتنے واضح الفاظ میں تاویل کرنا اور مغرب پرستی میں قرآن پاک کو پس پشت ڈالنا مسلمان کا وطیرہ نہیں ہوسکتا۔

٤…… مرد کا درجه

مرد کا درجہ خود قرآن نے بلند فرمایا ہے۔سورہ بقرہ کی آیت ۲۲۸ پر نگاہ ڈال لیں۔ارشادِ خداوندی ہے……

للرجال علیھن درجة مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔

اگر فضیلت ہے تو پھر مساوات نہیں۔یہ فضیلت روزِ اوّل سے آج تک عیاں ہے اور ایمان والی مائیں، بہنیں، بیویاں، بیٹیاں اسے تسلیم کرتی آرہی ہیں اگر چند مغرب گزیدہ خواتین کو اس پر اعتراض ہے تو وہ بے چاری مرفوع القلم ہیں۔

۵...... مرد قوام ہے

مرد قوام ہے۔ قرآن نے قوام کی دلیل یہ دی ہے کہ وہ افضل ہے۔ دوسری دلیل یہ دی ہے کہ وہ مال خرچ کرتے ہیں۔ یہ مال خواتین پر سب سے بڑھ کر خرچ ہوتا ہے پھر اولاد کا خرچ بھی باپ کے ذِمہ ہے، صدقات وزکوٰۃ رفاعہ عامہ کے کاموں پر بھی یہ مال بھی خرچ ہوتا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ میں اوراس کے اخراجات میں بھی بہت زِیادہ حصہ مرد ہی خرچ کرتے ہیں۔

جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے پوری انسانی تاریخ میں ایک فی ہزار بھی ایسی خواتین نہیں گزری ہیں جو مردوں کی انداز سے خرچ کرتی ہوں۔ اگر وہ سروس کرتی ہیں تو اپنی آمدن کا نوے فیصد حصہ تو بڑی بے سلیقگی سے اپنی ذات پر خرچ کردیتی ہیں، ملازمت شعار عورتوں کے گھروں میں اسی آمدن اوراس کے خرچ پر سدا فساد رہتے ہیں تبھی تو قرآن نے فرمایا......

الرجال قوّامون علی النساء بما فضل اللّٰہ بعضھم علیٰ بعض و بما اَنفقوا من اموالھم

مردعورتوں پرقوام (محافظ، کفیل، سرپرست) ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض (مرد) کوان کے بعض (عورتوں) پر فضیلت دی ہے اور کیونکہ وہ (مرد) اپنی مال (عورتوں) خرچ کرتے ہیں۔

٦...... دیت میں عدم مساوات

عورت کی دیت (قتل کی صورت میں مالی معاوضہ) مرد کی دیت کے مقابلہ میں اسلام نے نصف مقرر کی ہے۔ اس کی تفصیل کتب حدیث میں بھی ہے اور وہ رِوایات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہیں اور فقہی کتب بھی ان تفاصیل سے بھری پڑی ہیں۔ رہی یہ بات کہ عورت قتل ہو تو جواباً مرد کو قتل کرنا ہوگا تو پھر دیت نصف کیوں ہو، فرق یہ ہے کہ دیت مال کا مسئلہ ہے اور مال ہر جگہ عورت کیلئے نصف ہوتا ہے جان کا نصف نہیں ہوتا لہٰذا دورِ حاضر کے نام نہاد مجتہد مردوں کو بھی اس پر غور کرنا ہوگا۔

۷...... ایک اور برتری

مرد کو ایک اور برتری خود سیّد الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہے۔ ارشادِ عالی ہے، اگر میں کسی کو کسی کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو یہ حکم دیتا کہ وہ خاوند کے سامنے سجدہ کرے۔ (ترمذی) مصنف ابنِ ابی شیبہ اور مسند بزاز میں یہ حدیث کئی اسناد سے مروی ہے۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی ایک روایت سے بھی اس حدیث کی تائید ہوتی ہے کہ سیّد کل علیہ السلام نے اسکے اس سوال عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ کے جواب میں ارشاد فرمایا، اس کے خاوند کا۔ مسند بزاز وغیرہ۔ ان دو حدیثوں سے یہ بات صاف ہوگئی کہ عورت اور مرد میں کئی معاملات میں مساوات نہیں ہے۔

۸...... سب مفسرین کی رائے

آج تک کے پوری اسلامی تاریخ کے مفسرین نے اپنی تفاسیر میں یہی موقف اختیار فرمایا ہے کہ قرآن وسنت سب معاملات میں میاں بیوی میں مساوات کے قائل نہیں ہیں۔ یہ فیصلہ نہ ہو تو کسی سپریم کورٹ کا ہے، نہ کسی اسمبلی کا ہے، نہ کسی سینٹ کا ہے، نہ کسی دستور ساز اِدارے کا ہے اور نہ کسی مقننہ یا انتظامیہ کا ہے...... یہ فیصلہ تو اللہ تعالیٰ اور محبوب رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ہے۔ کیا اس سے کوئی مسلمان گردن پھیر سکتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر ہمیں قرآن وسنت کے مقابلے میں قانون سازی کا حق کیسے مل گیا ہے؟

اگر ہم ایسا کریں گے تو قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں گے، جن کا نظارہ ہم پچھلے پچاس سال سے پاکستان میں کر رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن وسنت نے جو حقوق وفرائض مرد اور عورت کیلئے متعین فرمادیئے ہیں وہ نہ صرف مسلم معاشرے کیلئے بلکہ ہر انسانی معاشرے کیلئے عظمت کے مینار ہیں۔ ان پر عمل سے دنیائے انسانیت پر نکھار آتا ہے اگر کوئی طبقہ مطلق مساوات کا داعی ہے تو وہ قوانین فطرت کا باغی ہے۔

۹...... عدم مساوات سورۂ نور: ۳۱

آپ جب قرآن حکیم کا مطالعہ کرتے ہوئے خواتین کیلئے پردے کے احکام پڑھتے ہیں اور وہ شرائط ملاحظہ کرتے ہیں جو اس سلسلہ میں قرآن حکیم نے سورۂ نور ۳۱ میں بیان فرمائی ہیں تو اس نام نہاد مساوات کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ جاتا ہے اور ایک مسلمان خواہ وہ مرد ہو یا عورت ایسے حضرات کے دعاوی کو فریب قرار دے دیتا ہے جو مسلمان معاشرے کو بے حیائی کی دعوت دے کر اس کے تشخص وانفرادیت کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔

۱۰...... عورت کا حج بلا محرم نہیں

حج استطاعت ہو تو فرض ہے مگر خاتون کی استطاعت کے ہوتے ہوئے اسلام اسے پابند کرتا ہے کہ وہ محرم کے بغیر حج کیلئے نہیں جاسکتی اور کوئی اور لمبا سفر تنہا کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ اسے رات کہیں باہر نہ آجائے۔ کیا مرد پر بھی یہ پابندی ہے اگر نہیں تو پھر دونوں میں سب معاملات میں مساوات کیسے ہوئی؟

۱۱ ...... اسلام کا منفرد مزاج

اسلام کا اپنا ایک مزاج ہے۔اس کی اپنی معاشرتی حدود و قیود ہیں۔وہ مردوں کو ایک اکائی دے کر احکام دیتا ہے اور عورتوں کو ایک اکائی قرار دے کر احکام دیتا ہے۔کچھ معاملات میں پوری انسانیت کو ایک وحدت قرار دے کر احکام دیئے ہیں، اس صورت میں مرد و عورت میں مساوات ہیں اور ہم اس کا تذکرہ کر چکے ہیں، جہاں مساوات نہیں ہے اس کا تذکرہ ہم کر رہے ہیں۔

عورت پر ہر ماہ میں چند دن نماز معاف ہوتی ہے جس کی قضا بھی نہیں مگر مرد کو ایسا حق نہیں ہے۔رمضان میں بھی کچھ دن عورت کو اجازت ہوتی ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے مگر اس کی قضا ہو گی کیونکہ رمضان تو سال میں ایک دفعہ آتا ہے لہٰذا باقی گیارہ ماہ میں اس کی قضا آسان ہے مگر نماز تو پورے سال میں ہوتی ہے، ہر ماہ میں نمازوں کی قضا ذرا مشکل مسئلہ ہے تو ہمارے رحیم ربّ نے نماز خواتین پر معاف فرما دی۔

نفاس کے دن ہیں تو بھی نماز اور روزے معاف ہیں۔وہ مشکل میں ہے اسلام نے اس کی مشکل میں اس کا بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔ نمازوں کی قضا بھی نہیں ہو گی اور روزے جب چاہے قضا کرے کوئی وقت کی پابندی نہیں ہے۔

سیّدہ طاہرہ عائشہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ اگلا رمضان قریب آجاتا تھا اور میرے گذشتہ رمضان کے قضا کے روزے ابھی باقی ہوتے تھے۔ (کتب حدیث)

پھر عورت کو یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ اگر خاوند گھر میں موجود ہو تو اسے اطلاع کیے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔

ان سب صورتوں میں بھی مساوات نہیں، اب واضح بات ہے کہ اگر ہم مسلمان ہیں تو ہمیں یہ احکام ماننے ہوں گے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم قرآن وسنت کو اپنے پیچھے لگا لیں، غلط تاویلات کریں، غیروں کی نقالی میں اسلام کا حلیہ بگاڑیں۔کیا اس طرح غیر راضی ہو جائیں گے؟ انہیں تو ہمارے اسلام سے چڑ ہے، اگر ہم کفر قبول کر کے اس کا نام اسلام رکھ دیں تو یہ لوگ پھر بھی ہم سے ناراض ہی رہیں گے۔اس حقیقت کو بھی قرآن نے بیان فرمایا ہے کہ ان کا مذہب اختیار کرو تبھی وہ تم پر یقین کریںگے حتی تتبع ملتهم اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ وہ تو تبھی راضی ہوں گے کہ آپ ان کی ملت کے پیروکار بن جائیں۔

ہم نے اختصار سے بہت سے خواتین سے وابستہ مسائل ذکر کر دیئے ہیں۔آپ پوری اسلامی تاریخ پر نگاہ ڈال لیں مسلمان قوم نے بحیثیت قوم بڑے مشکل حالات میں اپنا تشخص اور اپنی انفرادیت بحال رکھی ہے۔چنگیز اور ہلاکو کی ستم رانیاں ہمارے تشخص کو مجروح نہ کر سکیں، روس کا اشتراکی نظام آیا اس نے جبر سے اپنے مقبوضہ علاقوں سے قرآن اور اس کے عبادتی نظام، نماز و روزہ وغیرہ کو دیس نکالا دے دیا، اسلامی نام تک بدلوا دیئے مگر ایک طویل عرصہ کے بعد جب حالات نے پلٹا کھایا تو مسلمان اپنے ماضی کی طرف پلٹ گیا۔آج وہی ریاستیں کتنی تیزی سے اسلام کو گلے لگا رہی ہیں۔

برصغیر پر انگریز کے دوسو سالہ تسلط کے بعد جب آزادی کی صبح طلوع ہونے لگی تو مسلمان قوم فوراً اپنے تشخص کی طرف پلٹی اور پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کے فلک شگاف نعرے بلند ہونے لگے۔

البتہ انگریز نے مفتوحہ علاقوں میں اپنی معنوی اولاد پھیلانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، ان کی ڈیوٹی یہ تھی کہ لوگوں کو شک وشبہ میں مبتلا کیا جائے اور بہت سی اسلامی حقائق کو مسخ کر کے مسلمان کے دِلوں میں تشکیک کا بیج بو دیا جائے۔

اس مقصد کیلئے انہوں نے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعلیم اور ان اِداروں کے اساتذہ کو استعمال کیا، اپنے زیر اثر ڈسٹرکٹ کونسلوں، صوبائی اسمبلیوں اور دیگر اِداروں اور ان کے کارپردازوں کو استعمال کیا۔ اپنے ٹوڈیوں کے پیٹ بھرے تا کہ وہ اسلام کے خلاف غراتے رہیں، جعلی پیروں سے کام بنتا نظر نہ آیا تو ایک بناسپتی نبی کو لا کھڑا کیا، اسے اور اسکے حواریوں کو بھرپور تحفظ دیا تا کہ وہ اسلام کا حلیہ بگاڑ کر مسلمانوں کو اس سے دور کریں، خانہ ساز نبوت سے جہاد کے خاتمے کا اعلان کرایا، اجرائے نبوت کا فیصلہ صادر کرایا، اپنے حق میں اور اسلام کے خلاف لٹریچر سے الماریاں بھروادیں۔

انگریز کی یہ نام نہاد ذریت آج تک اسی دھندے میں مصروف ہے اور نام نہاد حکام سے بھی یہ حقیر اقلیت اسلام کے خلاف قانون سازی کراتی رہتی ہے۔ اس اقلیت نے پورے عالم اسلام میں پنجے گاڑے ہوئے ہیں اور اسلام کے خلاف محاذ کھولا ہوا ہے مگر اسلامی تشخص ان سے ختم نہیں ہو رہا، مختلف رنگوں کے لبادے اوڑھ کر اصلاح کا اسلحہ لے کر یہ تابڑ توڑ حملے کر رہے ہیں مگر حرم سے وابستگی اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رعنائیاں یہ ختم نہیں کر سکے۔ اگلے باب میں انکی کچھ ایسی ہی حرکات مذبوحہ کا ہم ذکر کرنے والے ہیں۔

باب پنجم # اسلامی انداز کے خلاف یلغار

اسلامی تشخص کا خاتمہ

ہمارے اسلامی تشخص کو ختم کرنے کیلئے ایک بین الاقوامی معاشرے کی قیام کی طرف مغرب نے توجہ دی، میم کو جنت کی حور قرار دے کر مسلمان گھروں میں بیگم صاحبہ بنا کر نازل کیا گیا، اس میم نے ہماری گھریلوں زندگی کو مغرب کے انداز پر ڈھالا، اس کے صاحب بہادر اس کی ہر معاشرتی ادا کے مبلغ بن گئے۔ ان کی بہنیں، بیٹیاں اور رشتہ دار خواتین میم صاحبہ کو اپنا آئیڈیل بنا کر اس کی ہر ادا کو کمال انسانی سمجھ کر نقل کرنے لگ گئیں اور پھر یہ وبا پورے معاشرے میں پھیلنے لگی۔ اسلامی اقدار پر قدامت پرستی کا لیبل لگ گیا، بے حیائی ادا ٹھہری، کج ادائی نے تہذیب کا نام پایا، بے حجابانہ میل جول وسیع نظر ٹھہرا اور اس کے مکروہ نتائج آزادی عمل کا نام سجائے معاشرے کا جھومر بن گئے۔

اسلام کو یہ کہہ کر مطمئن کر دیا گیا کہ یہ اہل کتاب ہیں لہذا ان سے نکاح جائز ہے، یورپ میں رہنے والے صاحب بہادر جب جوان بچیوں کے باپ بنے تو ماؤں کی حسین تربیت وہاں کام آئی، بچیوں نے اپنی مرضی سے عیسائی لڑکوں سے شادیاں رچائیں۔ اوّل تو باپ اپنی شادی سے پہلے غیرت کے گلے پر چھری چلا چکا تھا اور اگر نہیں چلائی تھی اور بچی کو روکنا چاہا تو اس نے باپ کو دقیانوس قرار دے کر کہا ابو عیسائی لڑکی سے اگر آپکی شادی دُرست تھی تو میری شادی عیسائی لڑکے سے کیوں درست نہیں ہے وہ بھی تو بالکل مسلمان لڑکے کی طرح ایک مرد ہے میں عقیدہ وغیرہ کو نہیں جانتی مجھے مرد کی تلاش ہے اور وہ اچھا مرد ہے۔

برصغیر میں یہی چکر گاندھی اور نہرو نے چلایا۔ انہوں نے کہا مذہب ایک انفرادی مسئلہ ہے ہماری اصل ایک ہے لہذا مذہب کے الگ ہوتے ہوئے بھی ہم باہم شادیاں کر سکتے ہیں تا کہ ایک قوم پیدا ہو سکے۔ یہاں کے کئی سیاسی گھرانوں نے اپنی مسلمان بچیاں ہندوؤں اور سکھوں کو بیاہ دیں۔ پاکستان بن گیا اور ان سیاسی زعماء کی بچیوں نے ان کے نواسے اور بھانجے ہندوؤں اور سکھوں کے گھروں میں جنم دیئے۔

اب بھارت میں بے شمار مسلمان ہندوؤں کے داماد ہیں اور لاتعداد ہندوؤں نے گھروں میں مسلمان خواتین ڈالی ہیں اور اس طرح ایک مخلوط معاشرہ قائم ہوگیا ہے۔

ہمیں ایک عظیم لیڈر کی بھانجی ملیں وہ ڈاکٹر ہیں اور ایک ہندو کی بیوی ہیں، بچے سب ہندو ہیں اور اس خاتون کو ایک ڈیکوریشن پیس کی طرح مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے کہ دیکھو ہندو معاشرہ بڑا وسیع النظر ہے، اس نے ایک ڈاکٹر مسلم خاتون کو ایک اعلیٰ عہدہ دے کر بہت سے مسلم ممالک میں اپنا نمائندہ بنایا ہوا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ محترمہ جہاں جاتی ہوں گی ان کا ضمیر مسلمانوں سے کہتا ہوگا ع

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

کہ میں کلمہ گو ہوں اور مشین کی طرح ہندو بچے جن رہی ہوں۔ وہ کرشن لال ہیں، یا مادھو ہیں، پرتیم ہیں، غلام محمد اور محمد حسین نہیں۔ ہندو اپنے پرانے فلسفے کے مطابق مسلمانوں کو اپنے اندر ضم کر رہا ہے تا کہ اگلے دو تین سو سال میں وہ پوری طرح ہندو بن جائیں۔

اگر ہمیں اپنا مستقبل عزیز ہے تو کسی بھی غیر مسلم گھرانے سے ہمارے ازدواجی تعلقات ہرگز نہیں ہونے چاہئیں اس سے ہماری تہذیب مٹ جائے گی، ہماری روایات ختم ہو جائیں گی، ہماری انفرادیت کا جنازہ اٹھ جائے گا، ہمارا تشخص باقی نہیں رہے گا، نظریۂ حیات سے کٹ کر ہم خزاں کے پتے بن جائیں گے جنہیں حوادثات کے جھکڑ اپنے دوش پر اٹھائے لوگوں کے راستوں پر بکھیرتے رہیں گے تا کہ غیر ہمیں کچل دیں۔ ہمیں شعوری انداز سے علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ نظریہ اپنانا ہوگا کہ ع

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

ملت اسلامیہ کو مغرب کی چالوں اور مشرق کے جالوں سے بچنا ہوگا......ورنہ ؎

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

آئین و قانون کا استعمال

اسلام میں بنیادی مآخذ دو ہیں جن کی طرف اُمت محمدیہ پہلے دن سے اپنی پوری زندگی میں دیکھتی رہی ہے قرآن وسنت کے مقابلے میں اُمت نے کبھی اجتہاد وقیاس کو پیش نہیں کیا، مسلمانوں کے تشخص وانفرادیت کو ان دو مآخذ نے ہر دور میں قائم رکھا ہے اور اُمت نے زندگی کے کسی بھی مسئلہ میں کسی اور طرف نہیں دیکھا ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تو بڑے حسین انداز سے اس حقیقت کو سرکار علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتے ہوئے یوں بیان فرمایا ہے ؎

خواجۂ من! نگاہدار آبروئے گدائے خویش　　آنکہ ز جھوٹے دیگراں پرنکند پیالہ را

اے میرے آقا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! اپنے گدا کی عزت کا خیال فرمانا

کیونکہ وہ دوسروں کی ندیوں سے پیالہ بھرنے کا قائل نہیں ہے۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے وہ دوسروں کے نظریات کو ندیاں کہہ رہے ہیں، سمندر تو ذات رسالت مآب علیہ السلام ہے، بھلا جس کے پاس سمندر ہو وہ ندیوں کا محتاج کیوں ہو۔

آج کے دور میں مغرب نے ہمارے ججوں کو اجتہاد کا سبق پڑھایا اور جج حضرات کو یہ بھی پتا نہیں ہے کہ جہاں قرآن وسنت کے واضح احکام یعنی نصوص قطعیہ موجود ہوں وہاں تو اجتہاد ہو ہی نہیں سکتا۔ ان حضرات نے نصوص قطعیہ کے مقابلے میں اجتہاد کیا اور اس طرح قرآن وسنت کے مفاہیم ومطالب کو بالکل بدل کر رکھ دیا۔ مفکرین، علماء اولیاء اور عوام حیران ہو کر رہ گئے کہ یہ کس قسم کا اجتہاد ہے جس نے اسلام کا مقدس چہرہ ہی مسخ کر دیا ہے۔

اسلام نے کہا، بیٹی کو بیٹے کی نسبت وِراثت میں نصف حصہ ملے گا مگر جج صاحب نے کہا اجتہاد کی ضرورت ہے لہٰذا اسے بیٹے کے برابر حصہ دیا جائے...... اسلام نے کہا کہ مالی معاملات میں چونکہ عورت کا حصہ نصف ہے لہٰذا اس کی دیت نصف ہوگی، جج صاحب نے اعلان کیا اجتہاد ہوگا لہٰذا دیت پوری ہوگی...... قرآن نے کہا، دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوگی، جج صاحب نے کہا یہ عورتوں کے حقوق پر ڈاکہ ہے آیئے عورتوں کو علماء کے مقابل لے آئیں یعنی جج نے عورتوں کو علماء کے خلاف اُبھارا......

یہ نہیں سوچا کہ یہ قانون بیچارے مولوی نے نہیں بنایا کہ مسٹر بیگمات کو اس کے پیچھے لگا دے یہ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرمودہ قانون ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے خالق کے خلاف بغاوت کر رہے ہیں۔

اباحت پسند مردوں اور مغرب پرست عورتوں نے اسلام کو اپنے رنگ میں ڈھالنے کیلئے اس بیسویں صدی میں عموماً اور اس کے نصف آخر میں خصوصاً اسلامی دستور و قانون کے خلاف اتنا زہر اُگلا ہے جس کی مثال پورے ماضی میں نہیں ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ کنیز زہراء، غلام عائشہ، بی بی خدیجہ بھی رہیں اور اسلام کے احکام کو بھی نہ مانیں۔ مسٹر چاہتا ہے کہ وہ غلام حیدر بھی ہو اس کے نام کے ساتھ عثمانی، فاروقی اور حیدری کا لاحقہ بھی رہے اور وہ اندر سے کلنٹن، جانسن، براؤن اور گلارک بھی رہے یعنی ؎

کفر بھی اپنا رہے راضی رہے اسلام بھی

ایک اور بات پر زور دیا گیا کہ اسمبلیاں اجتہاد کریں اور قوم اس اجتہاد کی اتباع کرے۔ اجتہاد کل بھی جائز تھا آج بھی جائز ہے اور کل بھی جائز رہے گا مگر اس کی کچھ شروط و قیود ہیں، اجتہاد کا مطلب اپنے نظریات کو حق ثابت کرنا نہیں، انہیں قرآن وسنت کے تابع کرنا ہے اجتہاد قرآن وسنت کو سامنے رکھ کر کرنا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ قرآن وسنت کا وسیع مطالعہ ہو، اس پر ایمان ہو، ان علوم پر فنی مہارت ہو جو قرآن و حدیث کے سمجھنے کیلئے ضروری ہیں یعنی صرف نحو، بلاغت، قدیم عربی نظم و نثر، حساب، تاریخ اور جغرافیہ وغیرہ علوم اجتہادی شان سے آتے ہوں پھر پوری اسلامی تاریخ میں جس انداز سے اسلامی قانون یعنی فقہ کی تدوین ہوئی، مجتہدین نے جس انداز سے قرآن وسنت کو سمجھا یہ سب معلوم ہوتا کہ اس کی روشنی میں اجتہادی انداز سے آگے بڑھا جا سکے۔

مختصر سا سوال ہے کیا ہماری اسمبلیوں کے ممبر اس معیار پر پورے اترتے ہیں؟ یہاں تو یہ حال ہے کہ جب پنجاب اسمبلی میں یہ تحریک چلی کہ ممبر کم از کم میٹرک ہو تو ہمارے معزز ممبروں نے اسمبلی حال کو چیخ چیخ کر بے حال کر دیا کیونکہ وہ میٹرک بھی نہیں تھے لہٰذا یہ بات نامنظور ہوگئی۔

کون نہیں جانتا کہ ہماری اسمبلیوں میں غالب ترین تعداد جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی ہے۔ الیکشن اتنا مہنگا ہے کہ لکھے پڑھے حلال کی کمائی والے الیکشن لڑ ہی نہیں سکتے۔ اگر ان اسمبلیوں میں متوسط طبقے یا لکھے پڑھے لوگوں سے ایک دو افراد شومئ قسمت سے پہنچ بھی جائیں تو وہاں ان کی آواز دب کر رہ جاتی ہے، منظر کچھ ایسا ہوتا ہے کہ ؎

کس نمی پرسد کہ بھیا کیستی

فرمایئے اگر ان اسمبلیوں کو اجتہاد کا حق مل جائے تو گلشن اسلام میں کیسے پھول کھلیں گے، ان کے اجتہادات نئی نبوتیں گھڑیں گے۔ جتوں کے بچے کھچے اسلام کو اسی طرح کیموفلاج کریں گے کہ وہ باقی سب کچھ تو ہوگا مگر سید کل محمد عربی علیہ السلام کا اسلام نہیں ہوگا۔

خدا کیلئے اسلام پر رحم کیجئے اسے اپنے مزعومات باطلہ اور افکار فاسدہ کے تیروں کا نشانہ نہ بنایئے۔ اگر اسلام کو نہیں ماننا چاہتے تو آپکی مرضی مگر اس چشمۂ صافی اور آب حیات کو دوسروں کیلئے گدلا تو نہ کیجئے۔

تعلیم کا ہتھیار

مغربی قوموں نے اپنے مفتوحہ مشرقی ملکوں میں وہاں کی تعلیم کو بالکل ختم کردیا۔ اس طرح وہ قومیں اپنی ماضی سے کٹ گئیں، ان کی روایات ختم ہوگئیں، ان کے نظریات تبدیل ہوگئے اور اس تعلیم نے ایک نئی قوم کو جنم دیا۔

یہ نئی قوم جسمانی حیثیت سے مشرقی تھی مگر افکار کی حیثیت سے مغربی تھی گویا مشرق کے جسم میں مغرب کا ذہن رکھ دیا تھا۔

اس تعلیم کی بدولت ایک طویل عرصہ تک لوگوں کو یہ بتایا گیا کہ مغرب عقل وشعور ہیں، سوچ وسمجھ میں اور فکر وعمل میں برتر واعلیٰ ہے لہٰذا اس کی ہر بات مانی جائے، ان کے ہر عمل کو پھیلایا جائے۔

چونکہ اسلام ایک زندہ مذہب تھا لہٰذا مغرب کے راستے کی یہ سب سے بڑی رُکاوٹ بن رہا تھا۔ اب مغرب نے سب سے زیادہ توجہ اسلام کے خلاف صَرف کی، اس کے نظریات کو غلط ثابت کرنے کیلئے اپنی ساری توانائیں صَرف کیں، ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اپنی بے خدا تہذیب کو اسلامی تہذیب سے برتر ثابت کرنے کی کوششیں کیں۔

علماء اسلام کے نمائندے تھے، ان کے خلاف زور قلم اور قوت بیان کو وقف کردیا، جاہل پادری تو قادر تھا مگر عظیم علوم سے مزین عالم دین نشانہ مذاق تھا۔ ہر طنز اس کے خلاف تھی اور قوم کو تعلیم دی جارہی تھی کہ آپ کی ترقی کا سب سے بڑا دشمن یہی مُلا ہے۔

یونیورسٹیوں، کالجوں اور اسکولوں سے اسلامی علوم کو دیس نکالا دیکر مسجدوں تک انہیں محدود کیا ہے۔ مڈل پاس بے۔ وی تو مدرس تھا مگر اعلیٰ ترین اسلامی اداروں سے فارغ التحصیل عالم دین ان پڑھ، ان ٹرینڈ اور نا قابل تعلیم وتدریس تھا۔ اسے اگر کسی ہائی اسکول میں عربیک ٹیچر کی جگہ مل جاتی تو اسے صرف بی اے پاس اساتذہ اچھوت اور سرمایہ تمسخر سمجھتے اور مغربی تعلیم کا سرپرست ہیڈ ماسٹر اسے آثار قدیمہ سمجھ کر ہر طنز ومزاح کا نشانہ بناتا۔

یہ سلسلہ تاحال شروع ہے کیونکہ ہم نے ابھی تک مغرب کی نقالی سے ہاتھ اٹھا کر نصاب تبدیل کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی۔

اس تعلیم کے ذریعے مغربی قوموں نے ہمارے نظریات، ہمارے تمدن، ہماری تہذیب، ہمارے افکار، ہماری اقدار اور ہماری روایات کو مٹا کر رکھ دیا، ہمیں احساس کمتری میں مبتلا کردیا۔

مغرب کی معنوی اولاد نے مشرقی ہر شے کو مورد طعن قرار دے دیا اور کرید کرید کر مشرق کی ایک ایک ادا کو مطعون کیا۔ قوم بحیثیت قوم غلو قرار دے دی گئی۔ مفکر صرف وہی تھے جو مغرب کے کاسہ لیس تھے، مجتہد وہی قرار دیئے گئے جن کے دماغ مغرب کی سوچ کے دریوزہ گر تھے۔

سوچ مغرب کی تھی، عمل مغرب کا تھا، لباس مغرب کا تھا، زبان مغرب کی تھی، باپ ڈیڈی اور بچہ ٹیڈی تھا، محترمہ لیڈی تھیں، یہ تثلیت پورے معاشرے کو گردن زدنی قرار دے رہی ہے لسان العصر اکبر نے کیا خوب کہا ہے

یوں قتل سے بچوں کے بدنام نہ ہوتا　　　　افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

یعنی مغربی تعلیم وہ میٹھی چھری تھی جس کا ذبیحہ ذبح ہونے کیلئے بے قرار تھا اس چھری نے گردن کاٹی، چمڑا چھیلا، گوشت کاٹا، ہڈیوں کے ٹکڑے کئے مگر ذبیحہ مرحبا کے نعرے بلند کرتا رہا اور یکے بعد دیگرے سب گردن جھکائے اپنی باری کا انتظار کرتے رہے۔ مغرب کے قصاب نے سب قوموں کو تعلیم کی چھری سے ذبح کر دیا۔

زبان ٹیڑھی کر کے انگریزی بولی جانے لگے۔ السلام علیکم کی جگہ گوڈ مارننگ نے لے لی۔ دعا کی رسم کو دغا میں تبدیل کر دیا گیا۔ ہمدردی سنگ دلی میں بدل گئی، انسانیت حیوانیت میں بدل گئی، رواداری بے راہروی کی نذر ہو گئی، مشرق کی ہر شے قابل نفرت قرار پائی۔ سورج سے بھی اس لئے نفرت کی گئی کہ وہ مشرق سے طلوع ہوتا ہے۔ کہا گیا کاش وہ مغرب سے طلوع ہو کر مشرق میں غروب ہوتا اور اپنے ساتھ مشرقی اقدار کو بھی ہمیشہ کیلئے غروب کر دیتا۔

احساس کمتری کے اتھاہ سمندر میں قوم کو بلکہ قوموں کو غرق کر دیا گیا اور آج بھی برتری مغرب کے نام الاٹ ہے۔ ہم نے صرف ایٹمی قوت ہونے کا اظہار کیا تو پورا مغرب پنجے جھاڑ کر ہمارے پیچھے پڑا ہوا ہے اور ہمیں سزا دینے کیلئے بے قرار ہے۔

آیئے اپنی روایات، اپنی اقدار، اپنے نظریات اور اپنی تعلیم کا احیاء کریں تا کہ اپنا تشخص بحال کر سکیں یہ صرف اور صرف اپنی تعلیم سے ہو گا جس کا بیج ہمارے روح میں ہے۔

سیاست کے خلاف یلغار

مغربیوں کا اپنا سیاسی انداز ہے وہاں ہر ملک کی سیاست الگ الگ ہے، جمہوریت بی بی کی بھی وہاں الگ الگ شکلیں ہیں، یہاں راولپنڈی کے ایک ہوٹل میں جمہوریت اور پاکستان کے عنوان سے ایک کتاب کی نقاب کشائی کے سلسلہ میں سیمینار ہو رہا تھا، بابائے جمہوریت نصراللہ شامل تھے۔ فقیر بھی بطور ایک مقرر شامل خطاب تھا۔ حسب عادت کچھ حضرات نے ائمہ فقہ کے اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ان اختلافات کے ہوتے اسلام کیسے نافذ ہو سکتا ہے۔

فقیر نے اپنے خطاب کے دوران دو باتیں عرض کیں، جس جمہوریت کی آپ حضرات بات فرما رہے ہیں اس کی مغرب میں کئی شکلیں ہیں، برطانیہ کی جمہوریت کا اپنا انداز ہے، جرمنی کی جمہوریت کچھ اور شے ہے، فرانس کی جمہوریت کا اپنا طریقہ کار ہے، امریکہ بہادر کی جمہوریت اپنی ایک خاص شکل رکھتی ہے، آپ حضرات ان چاروں جمہوریتوں سے واقف ہیں مگر سب کو جمہویت مانتے ہیں، اس اختلاف کی طرف دھیان نہیں دیتے مگر جب اسلام کی بات آتی ہے تو آپ اختلاف کا ہوا کھڑا کر کے لوگوں کو اسلام سے بچنے کے گر سکھانے لگتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ تحصیل کی سطح پر ایک عدالت میں جاتے ہیں، فیصلہ آپ کے خلاف ہوتا ہے، آپ ڈسٹرکٹ کورٹ میں چلے جاتے ہیں، آپکے حق میں ہو جاتا ہے، آپ کا مخالف ہائی کورٹ میں چلا جاتا ہے، فیصلہ اس کے حق میں ہو جاتا ہے، فرمائیے ایک مسئلہ پر چار عدالتوں کی آراء اور ان کے فیصلے الگ الگ ہو گئے ہیں، کیا اس سارے عمل کی وجہ سے کبھی آپ نے سوچا ہے کہ اس نظام کے خلاف زبان کھولیں۔ اگر نہیں تو پھر اسلام میں اگر مجتہدین کی رائے آپس میں نہ ملے تو آپ اسلام کو کیوں گردن زدنی قرار دیتے ہیں۔

عرض یہ کر رہا تھا کہ مغرب نے اپنی سیاست اور اپنے حالات کو مشرقی قوموں پر مسلط کیا، انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ ہر قوم کا اپنا مزاج ہوتا ہے۔

اپنے مفتوحہ علاقوں میں انہوں نے اپنی سیاست کو لاگو کیا لہٰذا مشرقی قوموں میں جمہوریت کا راستہ دکھایا، اس کی بنیاد جھوٹ پر رکھی، ووٹ خریدنے کا دھندا اتنا بڑھا کہ یہ سیاست جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی لونڈی بن گئی۔ انگوٹھا پاس جاگیردار اور غریب کا خون چوسنے والا سرمایہ دار پیر تسمہ پا بن کر قوم پر مسلطی ہو گیا اور مشرقی ملکوں میں اب اسی قسم کی سیاست جو بن پر ہے اسلام کا شورائی نظام جو آج تک کے معلوم نظاموں میں سب سے بہتر ہے آگے نہیں آنے دیا گیا اور مغربیت کی معنوی اولاد اپنی پوری قوت اس نظام کے روکنے کیلئے مصروف عمل ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب فرمایا تھا ؎

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو ہمیں اپنے آقا علیہ السلام کا پختہ کار غلام ہونے کا درس دیتے ہیں، ارشاد ہوتا ہے ۔

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو   کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

جمہوری طرز سے فرار اختیار کر پختہ کار غلام بن جا

اگر دو سو گدھوں کا مغز اکٹھا کرلیں تو کیا اس میں انسانی سوچ پیدا ہو سکے گی۔

اگر ہم اس جمہوریت کی چکی میں پستے رہتے تو پاکستان بن سکتا تھا؟ جبکہ ہماری تعداد برصغیر میں صرف پچیس فیصد تھی۔ تبھی تو ہندو انگریز کو اس کی جمہوریت کا واسطہ دے کر برصغیر کو متحد رکھنا چاہتا تھا مگر ہمارے آقا علیہ السلام کے ایک پختہ کار غلام حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یک قومی فلسفہ کا انکار کر کے ہندو کی چال کو ناکام بنا کر اپنی قوم کو ہندو کا غلام بننے سے بچالیا اور آج پاکستان ایک نیوکلیئر پاور بن کر ہندو کے سینے پر مونگ دل رہا ہے۔

ہمیں خصوصاً اور مشرقی قوموں کو عموماً ایسا اندازِ حکمرانی اپنانا چاہیئے جو خالصتاً مشرقی ہو ہمارا خود اختیاری ہو، ہمارے ماضی سے وابستہ ہو اور ہمارے مستقبل کا امین ہو۔

مسلمانوں کیلئے یہ نظام سیاسی صرف اور صرف اسلام کا شورائی نظام ہی ہو سکتا ہے جس کی جامعیت، گہرائی، گیرائی اور وسعت کا غیروں نے بھی اعتراف کیا ہے۔ جی ہاں وہی نظام جس کیلئے ایک بدوی نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے باجبروت حاکم کو کہہ دیا تھا، حصے کے کپڑے سے آپ جیسے قد آور انسان کی قمیص نہیں بن سکتی آپ نے حصہ سے کپڑا لے لیا ہے لہٰذا میں آپ کی اطاعت نہیں کر سکتا۔ جب عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے نے کہا میں نے اپنے حصے کا کپڑا اپنے والد کو پیش کیا ہے تو بدوی بولا اب میں اطاعت کرتا ہوں۔

جمہوریت شورائی نظام کے صرف ایک حصے کی بھونڈی سی نقل آیئے واپس پلٹیں اور اسلام کے سیاسی نظام کی رحمتوں کو سمیٹتے ہوئے آگے بڑھیں۔

یہ ظلم کی تاریک رات کب تک؟

اسلام کا نظام عدل ہر قسم کے ظلموں سے پاک ہے اس نظام میں حصول انصاف کیلئے خالق کائنات جل مجدہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے پھر اس ذات اقدس کے محبوب نمائندے حضرت مصطفیٰ علیہ السلام کی طرف رُخ موڑا جاتا ہے۔ پھر روز اوّل سے لے کر آج تک لکھو کھا مفکرین نے قرآن وسنت کو سامنے رکھ کر قوم کو اجتہاد کے ذریعے مفاہم قرآن وسنت سمجھائے۔

یہ مفکرین، یہ مجتہدین اور یہ علماء حق کسی حکومت کے ملازم نہیں تھے، کسی ڈکٹیٹر کے نمائندے نہیں تھے، کسی بادشاہ کے غلام نہیں تھے، کسی صدر مملکت کے وظیفہ خوار نہیں تھے کسی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے ترجمان نہیں تھے وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور رسول رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اطاعت شعار تھے ان کی گردن اللہ ورسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سامنے جھکتی تھی کوئی اقتدار نہ انہیں جھکا سکتا تھا اور نہ ہی خرید سکتا تھا۔

تقدیر کے ہالے نے انہیں مجسمہ نور بنا رکھا تھا عوام پروانوں کی طرح ان پر لپکتے تھے کسی حاکم کا قانون قوم ماننے کو تیار نہیں تھی مگر ان حضرات کی تحقیقات واجتہاد پر وہ قربان ہوتے تھے۔ ان حالات میں یہ صریح احکام دل کی گہرائیوں سے یہ پھوٹتے ہیں اور سارے جسم کو قانون کے تابع کرتے ہیں۔ اسی لئے اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا ؎

شرع می خیزویہ اعماق حیات

کہ شریعت تو دل اور زندگی کی گہرائیوں سے اٹھتی ہے اب اس کا مقابلہ ان قوانین سے کیسے کیا جا سکتا ہے جو قوت کے بل بوتے پر لوگوں کو غلام بنانے کیلئے وضع کئے جاتے ہیں۔ چند افراد نے مفادات کی عینک لگائی اور انسانوں کے جم غفیر بلکہ پوری قوم کو اپنے مفادات کی چکی میں پیس ڈالا، کہیں سرمایہ داروں کا گروہ لوگوں کے کندھوں پر سوار ہو کر اسمبلیوں میں پہنچ گیا اور کہیں جاگیرداروں کی ایک پارٹی لوگوں کی گردنیں پھلانگتی اسمبلیوں اور سینٹ کی کرسیوں پر براجمان ہوگئی، پانچ سال تک قانون سازی ہوتی رہی یعنی جوتوں میں دال بٹتی رہی مفادات ٹکراتے رہے قومی خزانہ لٹتا رہا مراعات یافتہ طبقہ کی توندیں بڑھتی رہیں اور اسمبلی کی کارروائی رینگتی رہی۔

ابھی انہوں نے جان چھوڑی تو ایک نئی ڈار دانے چگنے آگئی۔ سوال یہ ہے کہ انہیں قانون سازی کا حق کس نے دیا ہے ان کی اکثریت ان پڑھ ہے صرف جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے زور پر یہ مسلط ہوگئے ہیں اگر سو میں سے اکانوے بیوقوف دن کے بارہ بجے کہیں کہ رات ہے تو جمہورت اعلان فرمادے گی دیکھو ہر طرف اندھیرا ہے سوجاؤ کہ رات جاتی ہے ستاروں کی بارات جاتی ہے کیا اس انوکھے اعلان سے سورج اپنی روشنی سے منہ موڑ لے گا کیا وہ اپنی تمازت چھوڑ دے گا کیا فضاؤں پر سناٹا چھا جائے گا کیا انسانیت نیند کی آغوش میں چلی جائے گی۔ تو پھر اس قانون سازی کا فائدہ کیا ہوا؟ کبھی آپ نے یہ بھی سوچا کہ

انسان فطرتاً انسان کی غلامی سے باغی ہے۔ چند انسان کسی مجبوری سے شائد یہ قانون چند دن ظاہری طور پر مان لیں مگر حقیقتاً وہ ان سے باغی رہیں گے اور جونہی موقع پائیں گے یہ نام نہاد جوا گردن سے اتار پھینکیں گے دَورِ حاضر میں کتنے ملکوں میں انسان ساختہ قوانین کا یہی حشر ہورہتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔

مغرب جب مشرقی ملکوں پر عموماً اور اسلامی ملکوں پر خصوصاً مسلط ہوا تو اس نے ہمارے سارے دساتیر و قوانین کو بیک جنبش قلم منسوخ کر دیا۔ کہا انسان آزاد ہے قدیم ماحول جدید تقاضوں کا ساتھ نہیں دیتا یعنی پرانے دور کا انسان تو انسان بھی کبھی اسی دور میں تھے جدید دور کا نادان کوئی اور شے بن گیا ہے لہٰذا وہ انسانی روایات کے ساتھ نہیں چل سکتا۔

ہمیں جدید بننا ہے لہٰذا قانون سازی خود ہوگی اس طرح اس نے اپنے غلاموں کو جاگیریں دیں، تجارت ان کے ہاتھ میں دے کر انہیں سرمایہ دار بنایا اب انہیں اسلام کے خلاف ڈھال کے طور پر استعمال کیا۔ مغربی قومیں تو واپس چلی گئیں مگر اپنی معنوی اولاد کو اپنے نظریات کے تحفظ کیلئے چھوڑ گئیں اور اسلام کے خلاف آج ساری اسلامی دُنیا میں متحد ہیں۔

پس چه باید کرد

اب ہونا یہ چاہئے کہ اسلامی قوتیں متحد ہوں، لکھی پڑھی اور اسلام کی بہی خواہ خواتین اکٹھی ہوں، قرآن وسنت کے دلائل سے مغرب پرستوں کے باطل نظریات کی دھجیاں اڑا دیں مغرب کی چمگادڑیں اسلامی نور کے سامنے سے اڑ جائیں، کھوہوں میں اتر جائیں، غاروں میں چھپ جائیں اور اسلام کا نور ضیا پاشی ہو جائے۔ اب اسلام آیا تو وہ جاگیردار نہیں ہوگا، سرمایہ دار نہیں ہوگا، طبقاتی کشمکش سے پاک ہوگا، تعصب کی سیاہی سے خالی ہوگا۔ وہ انسان ساختہ نہیں ہوگا کہ دوسرے انسان اسے قبول کرنے سے کترائیں، وہ خالق ارض وسماء کا قانون ہوگا، ہماری فطرت کے مطابق ہوگا، اسے ماننا ہماری عظمت کا امین ہوگا۔

آیئے آگے بڑھیں، مشکلات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کریں، اللہ تعالیٰ کے رسول امین علیہ السلام کا جھنڈا پکڑیں کائنات کو ذہنی، عملی، قانونی، اقتصادی اور تعلیمی غلامی سے آزادی دلا کر محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا متبع اور خالق کائنات کا اطاعت کیش بنا دیں۔ کلمۃ اللہ بلند ہو اور اسلام کا جھنڈا سب سے اونچا ہو جائے خواتین اگر پوری تندہی سے اس راستے پر مردوں کے دوش بدوش چلیں بلکہ ان سے آگے چلنا شروع کر دیں تو وہ روز سعید جلدی آسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق مرحمت فرمائے کہ ہم انسان ساختہ دساتیر کے پرزے یوں فضاؤں میں بکھیر دیں کہ انہیں کہیں جائے پناہ نہ ملے اور اسلام کی حسین مسکراہٹیں پوری دُنیا میں حسن بکھیرنے لگ جائیں۔ وما ذلك على الله بعزيز

مخلوط تعلیم کی رنگینیاں

اسلام تعلیم کو انسانیت کا زیور سمجھتا ہے وہ مرد اور عورت کی تعلیمی تربیت کو فرض قرار دیتا ہے، بچیوں کی تعلیم و تربیت پر سیّدِ کل علیہ السلام نے بھرپور توجہ دلائی ہے۔ ایسے شخص کو جنت کی بشارت دی ہے، بے سہارا یتیم بچوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت کرنے والے کو یہ گراں قدر انعام دینے کا وعدہ فرمایا ہے کہ وہ جنت میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔ بچی کی پیدائش کو رحمت قرار دیا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ وہ ماں باپ کیلئے رحمت ہے، بھائیوں کیلئے رحمت ہے، برادری کیلئے رحمت ہے، خاوند کیلئے رحمت ہے، سسرال کیلئے رحمت ہے، اپنے بچوں کیلئے ایسی رحمت ہے جس کی معاشرہ میں مثال نہیں ہے اور ماں کی ممتا وہ عظمت، رحمت، شفقت اور خدمت ہے جس پر انسانیت کو ناز ہے۔

مگر مغرب کی مادر پدر آزاد تعلیم نے جہاں شرافت و نجابت کو چھینا، اخلاق و کردار کو چھینا، اس نے حیا و عزت کو بھی تباہ کرنے کیلئے مخلوط تعلیم کو مروج کیا لوگوں سے کہا ایک مخلوط معاشرہ کیلئے جی ہاں ایک دوسرے کو سمجھنے کیلئے آزاد مخلوط تعلیم ضروری ہے تاکہ لڑکی کو زندگی گزارنے کا سلیقہ آجائے۔

مسلمان عزت و عصمت کو زندگی کی سب سے بڑی متاع سمجھتا تھا اس مخلوط تعلیم نے اسے سر بازار نیلام کر دیا، خدمت کی جگہ غرور نے لی، خاتون خانہ شمع محفل بنیں تو اس پر صرف نظروں کے تیروں کی بارش ہی نہیں ہوئی زبان کی بمباری نے اس کی روح کو مسل دیا، راستوں پر چلنا اس کیلئے دشوار ہو گیا، مخلوط تعلیم اپنے جلو میں مخلوط سروسز کا جادو بھی لائے اور جس طرح خواتین کو رُسوا کیا گیا اس کی داستانیں ان محرمات سے پوچھی جائیں جو روزانہ گھر سے نکلنے اور سروس کا دن ختم کر کے گھر واپس آنے تک کی سولی پر لٹکتی ہیں، جس قسم کے جملے انہیں پورا دن سننے پڑتے ہیں اور جس قسم کی تیز نگاہوں کا انہیں نشانہ بننا پڑتا ہے اور جس طرح ان کی مجبوریوں کا فائدہ ان کے باس اٹھاتے ہیں اور جس قسم کی حرکات ان کے کلرک بادشاہ کرتے ہیں اور جس طرح کے مخصوص نام ان کے کلنگ استعمال فرماتے ہیں اور جس انداز سے اگر وہ غیور ہیں تو ان پر پھبتیاں کسی جاتی ہیں، یہ وہ زمینی حقائق ہیں جن سے انکار ممکن نہیں تبھی تو اقبال مرحوم نے اسے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا طیبہ وطاہرہ کی عقیدت کیش بننے کا درس دے کر فرمایا تھا۔

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر   کہ در آغوش شبیرے بگیری

ایک بتول بن جا زمانے کی نگاہوں سے اوجھل ہو جا کہ تیری گود میں ایک شبیر جلوہ ساماں ہو۔

مصنوعی زندگی، نازک اداؤں، عشوہ سازیوں اور محفل طرازیوں سے اقبال نے بچنے کیلئے یوں درس دیا ۔

بہل اے دخترک ایں دلبری ہا مسلماں را نہ زیبد کافری ہا

پیاری بیٹی! یہ دلبرانہ اور محبوبانہ انداز چھوڑ دے تو تو مسلمان ہے اور یہ کافرانہ انداز مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

قرآن حکیم نے خاتون کو باوقار زندگی کا انداز سکھایا ہے۔اس نے تو تاکید فرمائی ہے کہ گفتگو میں بھی ایسی نرمی اور لوچ نہ ہو کہ دل کا مریض کچھ غلط نہ سمجھنے لگ جائے۔ عورت مستقل ہستی ہے، اس کی ہستی کی انفرادیت ہر حال قائم رہنی چاہئے۔ ہم خاتون کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا ذکر گزشتہ ایک باب میں کر آئے ہی، خاتون کو ماضی سے رابطہ رکھ کر قرآن وسنت کی روشنی میں زندگی کی شاہراہوں کو منور کرنا ہوگا، اپنی دنیا آپ بنانی ہوگی، مغرب کے انداز فکر سے بغاوت کرنی ہوگی...... خدیجہ، عائشہ، فاطمہ، زینب (سلام اللہ علیہن) کے نقوش پا کی خاک کا سرمہ بنانا ہوگا، خودشناسی اور خودنگری کی عادت ڈالنی ہوگی، گھر کو جنت بنانا ہوگا، افرادِ خانہ کے مراتب کا خیال کرنا ہوگا، معاشرے کو یوں بدلنا ہوگا کہ آپ کے اخلاق و کردار کی ٹھنڈک ہر وہ بندہ محسوس کرے جو آپ کی دہلیز سے اندر قدم رکھے، خاندان آپ کو وہ عظیم درخت سمجھے جس کی ٹھنڈی چھاؤں تمازت زدہ انسان کیلئے رحمت ہو جس کا میٹھا پھل حیات بخش ہو۔آپ وہ ہستی ہوں کہ آپ کی زبان سے آب حیات ٹپکے اور آپ کی آنکھوں سے معرفت ورحمت برسے، آپ کے سانسوں کی گرمی زندگی کو گرما دے اور آپ کا انداز زندگی کو عمل کی نوا دے۔

یہی وہ زندگی ہے جس کے سوتے مدینے سے پھوٹتے ہیں اور یہی وہ حیات ہے جس کی ندی کی لہریں خواتین کے قلب جگر سے نکل کر انسانیت کو سیراب کرتی ہیں، پھر رخ حیات پر ایمان کا نور چمکتا ہے اور دل ونگاہ سے اسلام کی باد بہاریں چلتی ہیں۔

اومیری بہن! او میری بیٹی! اسلام کے باغ پر باد بہاری کا پیغام بن کر گزر، رعنائیوں کا بادل بن کر برس، گلاب کا پھول بن کر کھل کہ قوم کی تقدیر بدلے، غیروں کے نظریات سے، دشمنوں کے افکار سے، انسانیت کو ذلیل کرنے والوں کے اطوار سے قوموں کی تقدیریں نہیں بدلا کرتی اور...........

ع خودی میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی

میڈیا کی ستم رانیاں

مغرب نے ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت میڈیا کا آغاز کیا تھا۔ وہ دراصل مشرق کو اپنے ڈھب پر لانا چاہتا تھا اور اس کا ڈھب جنسی آزادی یعنی حیوانی زندگی تھی جہاں حلال وحرام کی تمیز نہیں تھی بلکہ حلال وحرام کی تمیز آزادی اور حقوق انسانی کے خلاف ایک ناروا پابندی تھی، مغرب کے سامنے دورِ جاہلیت کی مادر پدر آزادی تھی کہ ماں کو ماں نہ سمجھا جائے اور باپ ، باپ نہ ہو۔ اپنا جنم محض ان کی شہوت رانی کا نتیجہ ہو جس کے پیچھے کوئی انسانی اقدار نہ ہو۔

غرض تو تخلیق ہے، کون کس کا بیٹا ہے یہ کوئی معیار نہیں ہے۔ دورِ اوّل میں تو کاہن بتا دیتا تھا کہ درجن بھر مردوں سے نومولود کس کا لختِ جگر ہے۔ مغرب نے وہ بات بھی ختم کردی، زیادہ دِنوں کی بات نہیں ہے کہ جرمنی کا صدر سچا اور سُچا حرامی تھا آج کل یہی بات امریکہ کے موجودہ صدر عزت مآب کلنٹن بہادر کی داشتائیں کہتی پھرتی ہیں اور امریکی شرافت زیرِ لب مسکراہٹوں کے لطف لے رہی ہے۔

مغرب چاہ رہا تھا کہ اس حمام میں مشرق بھی ننگا ہو لہٰذا اخبارات سے آغاز ہوا، قومی حکایات آئیں، غلیظ تصاویر آئیں، مشرق چیں بچیں ہوا مگر مغرب نے کہا روزانہ اسی انداز سے اخبارات آئیں تاکہ جو آج ناخوب ہے بتدریج خوب ہو جائے۔ تنقید کرنے والے دن بدن کم ہوتے گئے کہ اچانک ایک صبح اعلان ہوا گڈ مارننگ یہ ریڈیو انگلستان ہے۔ اب ریڈیو اخبارات کا معاون تھا، تعلیم عام ہوگی، سہولتوں کا سیلاب آجائے گیا، یعنی وہی تعلیم جس میں باقی سب کچھ ہے مگر تعلیم نہیں، درس غلامی ہے، درس بے حیائی ہے۔ مشرق کے نظریات کی عموماً اور اسلام کی خصوصاً تضحیک ہے، ریڈیو پر گفتگو ہے یعنی محبت کا درس ہے، ملاقات کے اوقات طے ہو رہے ہیں یہ وہ سہولتیں ہیں جن کا مزہ مسلمانوں کو خوب خوب چھکایا گیا ہے۔

پھر اچانک ٹی وی یعنی ٹی بی کا ظہور ہوا۔ اب آواز کے صاحب، صاحب آواز یا صاحبۂ لے کا ظہور ہوا۔ ڈانس پوری قوم کو سکھایا گیا، وہ عشوہ طرازیاں آئیں کہ شرافت کان پکڑ کر مسلمان گھروں سے نکل گئی۔ محبت وعشق کی وہ داستانیں آئیں کہ غیرت سرپیٹ کر بھاگ گئی۔ اغواء، ڈکیتی، قتل، راہزنی، زنا بالجبر اور وہ حیاء سوز مناظر ہر ڈرائنگ روم کی زینت بنے اور نوجوان نسل نے آموختہ کو یوں دہرایا کہ گھر اُجڑ گئے، جیلیں بھر گئیں، بچیاں غیروں کے ساتھ بھاگ گئیں۔ پھر اس بے حیائی کے تحفظ کیلئے تنظیمیں بنیں۔ انہیں حقوق انسانی کے تحفظ کا نام دیا گیا۔ باپ جس نے پالا پوسا، تعلیم دِلوائی، لاکھوں خرچ کئے، ناز ونخرے اٹھائے، اس کے حقوق تو کوئی نہیں تھے، حقوق صرف اس لڑکی کے ہاں ہی ہوں گے جو ایک اوباش کے ساتھ بھاگ گئی اور کسی بدچلن نام نہاد حقوق کی چیمپئن وکیل کے ہتھے چڑھ کر عزت کے سونے پر مزید سہاگا لگاتی رہی۔ اس کے حقوق کا تحفظ تو انگریز کا ملعون معاشرہ اور انسانیت کش قانون کرتا ہے مگر قصور وار اور گردن زدنی وہ غریب باپ اور اس کے غیور بیٹے ہیں جنہیں اپنی استطاعت سے زِیادہ اخراجات کرکے اپنے گھر ایک ڈائن پالی تھی۔

اب ٹی بی کے درس میں مزید رنگینی آئی کہ ٹی وی رنگین ہو گیا۔ اس رنگینی نے حرکات وسکنات کی باریک سے باریک کیفیات کو پردۂ سکرین پر بکھیر دیا، رعنائیوں میں اِضافہ ہوا، نزاکتوں میں لطافتیں آئیں، قلب ونگاہ کو دعوت نظارہ ملی اور اس خوان سینما پر جنس پرستوں کے ٹھٹھ لگ گئے، مغربی اقدار یوں غالب آئیں کہ مشرقیت دقیانوسیت قرار پائی۔ کسی نے دبے لفظوں میں اعتراض کیا تو اس کا مذاق اُڑا کر فرمایا گیا ہے پرانے زمانے کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو۔

اب ایک ایٹم پھٹا، معاشرے میں تھرتھراہٹ پیدا ہوئی، مشتاق آنکھیں بے تابانہ اٹھیں دلوں میں نئی لہروں نے جنم لیا، مغرب نے خوشخبری سنائی، ڈش انٹینا کی مبارک ہو، اب فاصلے محدود ہو گئے ہیں۔ جو نہیں دیکھا تھا اب دیکھ لو گے، جو نہیں سنا تھا اب سن لو گے، وہ ملے گا جو کبھی نہیں ملا تھا۔ وی سی آر کے مزے لوٹو، سیکس کو قبلہ مراد بناؤ، حیوانیت کا تاج پہنو، انسانیت کے پرزے اڑاؤ۔ جھومو، لہراؤ، اچھلو، کودو کہ بندر کی اولاد ہو باپ کا حق پدری ادا کرو۔

میرے اسلامی معاشرے کی معزز ماؤں! محترم بہنو! عزیز بیٹیو! اگر تم اسلام کا جھنڈا اٹھا کر اس گندگی، اس نجاست اور اس نحوست کے خلاف جہاد نہیں کرو گی تو شرافت کا جہاز ڈوب جائے گا، انسانیت کی کشتی غرق ہو جائے گی، پوری قوم کو یہ سیلاب بلا بہالے جائے گا۔

اٹھو وگرنہ حشر نہ ہوگا پھر کبھی　　　　جاگو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روحیں بے قرار ہیں۔ انہیں اپنی بیٹیوں کی صلاحیتوں پر ناز ہے، ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اور بنات طیبات کی توقعات پر پوری اترو، اٹھو اٹھو ہوا کا رُخ بدل دو، حیات کے چہرے پر رونق لاؤ، حیا کی رعنائیوں کو تازہ کرو، شرافت کی کلیوں کو چمکاؤ تاکہ انسانیت پر بہار آئے، ماضی کی شادابیاں واپس آئیں مستقبل رعنا ہو۔

تمہارے مساعی سے یہ سب ممکن ہے مگر آپ کی ڈکشنری تو ناممکن کے لفظ سے ناآشنا ہے اور اب ناممکن کو ممکن بنا دو کہ یہی تمہارے ایمان کا اعجاز اور تمہاری نگاہ کا ناز ہے۔

دیر سے اسلامی دنیا پر کفر نے جعلی اندھیرا طاری کر رکھا ہے تو نومیدی کے بادلوں سے امید کی شعاعوں کا راستہ روک رکھا ہے، ہمیں بے عملی کے غاروں میں دھکیل دیا گیا ہے تاکہ کوئی متحرک قیادت ہمیں آمادۂ عمل نہ کر سکے۔

آیئے ان جعلی اندھیروں، مصنوعی بادلوں اور بے عملی کے گہرے غاروں سے باہر نکل کر وہ منظر پیش کر دیں کہ۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے　　　　نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

جس دن اتحاد کا سورج طلوع ہوگا اور اس کا طلوع میری بہنوں اور بیٹیوں کی جہد مسلسل اور مسیحا نفسی سے ہوگا تو طاغوتی طاقتوں کی لعنتی زندگی کا وہ آخری دِن ہوگا۔

میرے کریم اللہ! اپنے رحیم رسول علیہ السلام کے صدقے میں وہ دِن جلدی لا۔ آمین

حرف آخر

اس تحریر کے آغاز سے پہلے ہی میں حقیر مرض کا شکار تھا مگر دورانِ تحریر میں مرض مرضوں میں تبدیل ہو گیا جس کے نتیجے میں قوت کار میں بے حد کمی آ گئی لہٰذا تحریر التواء اور تعویق کے کئی مراحل کا شکار رہی۔ خواہش تھی کہ اس کے گیارہ باب ہوں جیسا کہ میری کتب میں یہی انداز ہے مگر یہ مرحلہ مشکل سے مشکل تر ہوتا گیا اور مجھے بہت سی کہنی باتیں ان کہنی چھوڑنی پڑیں۔ زندگی اور صحت نے ساتھ دیا تو دوسرے ایڈیشن میں کئی اِضافے کر دیئے جائیں گے۔ اگر یہ صحت نہ ہوئی تو دعوت شیراز پر ہی گزارا کی درخواست کرتے ہوئے ماحضر پیش خدمت کر دیا گیا ہے۔ کوئی اور علم دوست بھائی کسر نکال دیں گے۔

ماحصل کے طور پر کہنا ہے کہ میری ملت عموماً اور میری بہنیں اور بیٹیاں خصوصاً فقیر کی چند باتیں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کو اپنی زندگی کا مقصود قرار دیا جائے ادھر سے توجہ نہ ہٹے، کلمہ طیبہ زبان سے بھی ادا ہو اور دل کی گہرائیوں سے بھی اس کا نور پھوٹے، جو اللہ تعالیٰ کا بن جاتا ہے وہ اپنی زندگی میں وہ لطافتیں پاتا ہے جو الفاظ کی تنگنائیوں میں سما نہیں سکتیں۔ ان سے پوچھیے جو اس راہ کے مسافر ہیں، شاہ اجمیر سے پوچھیے، داتائے ہجویر سے پوچھیے، سلیمان تونسوی سے پوچھیے، شمس سیال سے پوچھیے، مہر گولڑہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے پوچھیے...... پھر اس رنگ میں ڈھل جائیں۔

زندگی کا ڈھنگ سیکھنے کیلئے درِ مصطفیٰ علیہ التحیہ و الثناء پر دستک دیجئے، شافع محشر محبوب داور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دستگیری اور ذرہ پروری کا انداز دیکھئے پھر کیفیت یہ ہوگی ؎

جب یاد آئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

ایک شعر میں یادوں میں کھو کر فقیر نے عرض کیا ؎

اسے بھی حسن کا صدقہ عطا کر رحمتِ عالم — کہ ذاکرؔ نے سدا تجھ کو پکارا یارسول اللہ ﷺ

میں خصوصاً اپنے حلقے کی خواتین سے عرض کرونگا کہ سیّدِ کل علیہ السلام کا جھنڈا اٹھالو اور ان کی غیر فانی محبت لوگوں کے دِلوں میں بھر دو یہی ہمارے امراض کا علاج ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، آل بیت عظام رضی اللہ عنہما اور اولیائے عالی مقام رضی اللہ عنہم کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے، ملت عموماً اور خواتین خصوصاً اس سے ہٹنے نہ پائیں۔

تلاوتِ قرآن، مطالعہ حدیث اور ملفوظات اولیاء کو اپنا وظیفہ بنالو۔ ملت اسلام کے احیاء کیلئے رات دن ایک کرو، اس دور کے عظیم علامہ امام شام احمد رضا علیہ رحمۃ الرحمٰن، عظیم مفکر علامہ محمد اقبال اور، عظیم مفسر جسٹس پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہم کے نظریات کے ساتھ عمل قائداعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کبھی نہ بھولو۔

آگے بڑھو کہ مستقبل تمہارا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل عظیم سے مصطفیٰ رحیم علیہ اطیب التسلیم کے صدقے آپ کو ایٹمی قوت بنا کر ممولوں کو شہبازوں سے لڑنے کا طریقہ بتادیا ہے لہٰذا باطل کو پیغام دے دو کہ وہ اپنی تاریکیوں کے ساتھ ماضی کے کھوہوں میں ڈوب جائے، سورج کی روشنی میں چمگادڑ کا کیا کام، روشنی میں چور کا کیا نام

ع بزم جہاں سجی ہے کہ جلوہ گر نبی ﷺ ہے

☆ .... ☆

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ الْمَلْجا وَاِلیک الْمآبُ

یَا رسول اللہ اِلیک الماوٰی ومنک الثّواب

من عباد اللہ جل و علی

و من عبید المصطفیٰ علیہ الثنا

فقیر سیّد محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی

بانی جامعۃ الزہراء اہلسنّت

عثمان غنی کالونی مصریال روڈ صدر راولپنڈی

سوموار......۱۵ صفر ۱۴۲۰ھ (۳۱ مئی ۱۹۹۹ء)